حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
بیٹیاں
بہ نوازش
داعیِ کبیر عطائے حضور مفتیِ اعظم ہند حضرت مولانا محمد شاکر نوری
(امیر سنی دعوتِ اسلامی)
ترتیب
طلبۂ فضیلت جامعہ غوثیہ نجم العلوم
مکتبۂ طیبہ ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبی آخر الزماں، پیغمبر انس و جاں، سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس، پاک طینت اور پیکرِ صبر و رضا شہزادیوں کا ایک آسان تذکرہ۔ بنام:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں

تذکرہ نگاران
طلبہ درجہ فضیلت جامعہ غوثیہ نجم العلوم، ممبئی
(مرکزی ادارہ سنی دعوت اسلامی، ممبئی)

ناشر
ادارہ معارف اسلامی، ممبئی۔ مکتبہ طیبہ ۱۲۶ ر کامبیکر اسٹریٹ، ممبئی ۳

نام کتاب	:	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں
تصنیف	:	طلبہ درجہ فضیلت (۲۰۱۷ء)
کمپوزنگ	:	مولانا محمد ارشاد برکاتی، ممبئی
اشاعت	:	مئی 2017ء
صفحات	:	۷۲ (بہتر)
ناشر	:	ادارہ معارف اسلامی- مکتبہ طیبہ، ممبئی ۳
قیمت	:	

Book Name	:	Huzoor KI Betiyaan
Compiled by	:	Students Of Fazilat
Pages	:	72
Publishing year	:	May 2017
Published by	:	Idara Maarif e Islami Mumbai
Price	:	

ملنے کے پتے:

● **نیو سلور بک ایجنسی:** فینسی محل، محمد علی روڈ، ممبئی۔ ۳-09323406784

● **ناز بک ڈپو:** فینسی محل، محمد علی روڈ، ممبئی۔ ۳-09322255763

● **اقرا بک ڈپو:** ۳۰بی، نور منزل، محمد علی روڈ، ممبئی۔ ۳-08080270400

●●

انتساب

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے نام

مشمولات

●●

تقدیم

حضرت مولانا مفتی محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی، استاذ جامعہ غوثیہ نجم العلوم، ممبئی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ وَ نُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ، اَمَّا بَعْدُ!

علم الانساب با قاعدہ ایک فن ہے اور اس علم کے ماہرین نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں، جن کی اہمیت آج بھی مسلم ہے، تحقیق وسوانح نگاری کے باب میں اپنے فکروقلم کا جادو جگانے والے محققین اور سوانح نگاروں کی نزدیک علم الانساب سے متعلقہ کتب و رسائل ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھے گئے ہیں۔ ملک ہندستان کے جن مصنفین نے اس موضوع پر گراں قدر تصانیف لکھی ہیں، ان میں حضرت مولانا سید محی الدین بیجاپوری (مجمع الانساب)،حضرت سید عطا حسین ابوالعلائی (کنزالانساب)،مولانا شاہ ضیاء اللہ لاہوری (نسب نامہ کلاں)،حضرت سید محمد (بحرالانساب)،مولانا سید عبداللہ حسینی گلشن آبادی (جواہرالانساب)اور مولانا سید امام الدین گلشن آبادی (تذکرۃ الانساب) کا نام نمایاں ہے-تاریخ وتحقیق کے شناروں نے قدیم تذکروں کی مدد سے جوسوانحی کتابیں تالیف کیں ان میں بھی علم الانساب کے مبادیات کوشامل رکھا، مستند تذکروں میں بھی یہ فن پوری طرح دخیل رہا، تاریخ انبیا ومرسلین، تاریخ ملوک وسلاطین، تاریخ ادبا وشعرا، اور تاریخ اولیا وصلحا میں بھی اس فن کی ضرورتیں پیش آتی رہی ہیں۔ یہ فن ماخذ کی نشان دہی کرتا ہے اور حفاظتِ نسب پر زور دیتا ہے، شریعت اسلامیہ نے بھی حفاظتِ نسب کا حکم سنایا ہے، دنیا کے جملہ انساب میں سب سے بلند وبالا نسب سرور عالم محمد

عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب پاک ہے جو بالخصوص حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی ذات سے آگے بڑھا ہے اور سادات کرام کا مقدس قافلہ پوری دنیا میں اپنی حرمت وتقدیس کے ساتھ موجود ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر اولاد بھی شامل ہیں، بیٹے بھی، بیٹیاں بھی۔ اس موضوع پر مجدد اعظم، فقیہ اسلام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا مستقل رسالہ **"اراءۃ الادب لفاضل النسب"** (۱۳۲۹ھ) بڑی اہمیت کا حامل ہے، جو ۱۹۹۶ء میں الرضا مرکزی دار الاشاعت بریلی شریف سے شائع ہوا ہے، ۴۸ صفحات کو محیط یہ رسالہ اپنی جامعیت اور متنوع ابحاث کے لحاظ سے انتہائی منفرد اور تاریخی رسالہ ہے جس میں متعدد آیات شریفہ اور ۱۳۵/احادیث نبویہ کی روشنی میں فضیلتِ نسب کو بیان کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام اور اہل بیت کی اولاد کے بلند درجات کے حوالے سے ایک اقتباس ملاحظہ کریں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''جب عام صالحین کی صلاح، ان کی نسل واولاد کو دین ودنیا وآخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق، فاروق وعثمان وعلی وجعفر وعباس وانصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاح عظیم کا کیا کہنا؟ جن کی اولاد میں شیخ، صدیقی، فاروقی، عثمانی وعلوی وجعفری وعباسی وانصاری ہیں، یہ کیوں نہ اپنے نسب کریم سے دین ودنیا وآخرت میں نفع پائیں گے، پھر اللہ اکبر! حضرات سادات کرام، اولاد امجاد حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضور پرنور سید الصالحین، سید العالمین، سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں، کہ ان کی شان تو ارفع واعلیٰ وبلند وبالا ہے۔ اللہ عز وجل فرماتا ہے: **اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا**۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور رکھے اے نبی کے گھر والو! اور تمھیں ستھرا کردے خوب پاک فرماکر۔ حدیث ۱۲۰۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: **ان فاطمۃ احصنت فحرمها اللّٰہ و ذریتها علی النار**۔ بے شک فاطمہ نے اپنی حرمت نگاہ رکھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی تمام نسل کو آگ پر حرام فرمادیا۔'' (مذکورہ رسالہ، ص: ۳۷)

امام طبرانی نے معجم کبیر میں ایک بڑی مہتم بالشان حدیث تحریر فرمائی، آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **کل سبب و نسب منقطع یوم القیمۃ الا سببی و نسبی**۔ ہر علاقہ اور رشتہ روز

قیامت قطع ہو جائے گا مگر میرا علاقہ اور رشتہ۔ اسی طرح امام حاکم نے بھی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے برسر منبر ارشاد فرمایا:

مابال رجال یقولون ان رحم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنفع قومہ یوم القیمۃ واللّٰہ ان رحمی موصولۃ فی الدنیا والاٰخرۃ

کیا خیال ہے ان لوگوں کا جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرابت روزِ قیامت ان کی قوم کو نفع نہ دے گی، خدا کی قسم! میری قرابت دنیا و آخرت میں پیوستہ ہے۔ اس موضوع کی اور بھی احادیث متعدد صحابہ سے مروی ہیں۔

امامت کبریٰ میں بھی شریعت مطہرہ نے نسب کا لحاظ فرمایا ہے، ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم: **الائمۃ من قریش** (تمام خلفا قریش سے ہوں گے) اسی حقیقت کی وضاحت کرتا ہے، اس کے علاوہ اہل قریش کی فضیلت اور ان کے بلند مرتبے پر متعدد احادیث موجود ہیں۔ اسی لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت قبیلۂ قریش اور اس کے سب سے برتر خاندان بنو ہاشم میں ہوئی، آپ خود فرماتے ہیں: **خرجتُ من افضل حین من العرب ھاشم و زھرۃ** میں عرب کے دوسب سے افضل قبیلوں بنی ہاشم و بنی زہرہ سے پیدا ہوا۔ نفس میں بھی سب سے بہتر جانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، اسی لحاظ سے ان کے اخلاق کریمانہ بھی ہیں، جو ان کے توسط سے ان کی اولاد کرام و بنات طیبات میں منتقل ہوئے ہیں، قوت و طاقت، علم و اخلاق، امانت و دیانت، شرم وحیا، حلم و مروت اور دیگر بلند اوصاف میں یہ خاندان اپنی مثال رکھتا ہے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی یہ ہم رشتگی صرف دنیا کی عزت وعظمت تک مخصوص نہیں ہے بلکہ آخرت بھی اس کے فوائد نظر آئیں گے اور روزِ قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب قریش ہوں گے، ان کی قرابت نسبی بے مثال ہے، دین و دنیا و عقبیٰ ہر اعتبار سے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاملِ خلق عظیم ہیں، کردار کی بلندیاں، اخلاق کی عظمتیں، عفو وکرم کی بے کرانیاں، صبر و رضا کی پہنائیاں سب کچھ اعلیٰ ترین ہیں، جن کی کوئی مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ ظاہر سی بات ہے، آپ کے ان اوصاف کریمانہ کی کرنیں آپ کی ازواج مطہرات اور اولاد کرام میں ضرور منتقل ہوئی ہوں گی اور اہل بیت عظام کی ذات میں منعکس ہوکر انھیں بھی

عزت وعظمت کو کوہ ہمالہ بنا دیا ہوگا، کیوں کہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے **"قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَهْلِیْکُمْ نَارًا"** پر عمل نہ کیا ہوگا- جب وہ ذات عظیم ترین ہے، وہ خاندان اہم ترین ہے، وہ نسب بلند ترین ہے تو بنات طاہرات و اولاد کرام بھی ان خوبیوں سے مالا مال ہوں گے، اسی لیے ضرورت ہے کہ ازواج مطہرات کی حیات کو پڑھا جائے اور ان کی اولاد کی زندگیاں بھی نگاہوں میں رکھی جائیں کہ یہاں حیات رسول کی جلوتیں بھی ہوں گی، عظمتیں بھی، اخلاق رسول کی نورانیت بھی ہوگی اور اوصاف محمدی کے جلوے بھی-

تاریخ وسیر کی کتابوں میں سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی ازواج مطہرات کی زندگیاں بھی پوری توانائی کے ساتھ ملتی ہیں کچھ اجمالاً، کچھ تفصیلاً، اسی طرح ان کے بیٹوں، بیٹیوں، دامادوں اور نواسوں، نواسیوں کی تفصیلات بھی نظر آتی ہیں، دامادوں میں حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما تو خلفاے اربعہ میں سے ہیں، ایک داماد حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو شہزادی رسول حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر نامدار ہیں-

تذکرہ شہزادیاں کی ضرورت:

جب کوئی قوم اپنے ماضی کی تابناک روایات کو فراموش کر دیتی ہے اور غیروں کی اندھا دھند پیروی کو اپنی زندگی کا شعار بنا لیتی ہے اسی وقت سے اس قوم کا دورِ انحطاط شروع ہو جاتا ہے۔ آج ملت اسلامیہ دوراہے پر کھڑی ہے: ایک طرف مغربی تہذیب اور اس کی ظاہری چمک دمک ہے تو دوسری طرف اسلامی تہذیب اور اس کی پاک بازی اور شرم وحیا کی تعلیم ہے۔ مغربی کلچر مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو غلط نہیں ٹھہراتا، ان کے یہاں شرم وحیا نام کی کوئی چیز نہیں ہے، جو کچھ ہے دنیا کی عیش پرست زندگی اور حصول مال وزر کا تصور ہے، چاہے اس کے ذرائع جو بھی ہوں، وہ اپنے تمدن کو ترقی کے نام پر دنیا میں عام کرتے ہیں، اپنا کلچر پھیلاتے ہیں اور جو ان کے روش اختیار نہیں کرتا یا ان کی روش کو نشان راہ نہیں بناتا، اسے فرسودہ خیالات کا حامی اور غیر ترقی پذیر باور کراتے ہیں، نتیجتاً دنیا مجبور ہو کر ان کی راہ پر چلنے لگتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ مغربی کلچر کی اسیر بن جاتی ہے، جدید ٹیکنالوجی اور سائنس کی ترقی کے زور پر بھی اہل مغرب نے

ہمارا تہذیبی سرمایہ ہم سے چھین لیا ہے اور اخلاقی قدروں پر بھی شب خون مارا ہے، نت نئی ایجادات میں بھی ان کا یہ مقصد کارفرما نظر آتا ہے اور ہم عروج وترقی کے نام پر ان سب کو قبول کرتے جاتے ہیں، انجام سے بے پروا یہ مقلدانہ طرزِ زندگی بہ ظاہر ہماری دنیا کو ارتقا پذیر بنا سکتی ہے لیکن ہم قلبی اطمینان کی دولت نہیں پا سکتے، نہ ہی اس سے ہمیں آخرت کی سرفرازی مل سکتی ہے- ہمارا مطلب یہ نہیں ہے کہ مغربی تہذیب میں مطلقاً کوئی خوبی نہیں ہے، لیکن مغربی تہذیب کے جس تباہ کرنے والے کارنامے سے ہم اپنی قوم کو خبردار کرنا چاہتے ہیں وہ ہے اہل مغرب کی بے راہ روی اور اخلاقی گراوٹ۔ آج مغرب مرد اور عورت کے آزادانہ اختلاط، بے حیائی اور بدکاری کی جو گرم بازاری اور آزادی ہے اس کے خوفناک نتائج کا اعتراف اہل مغرب نے بھی کرنا شروع کر دیا ہے۔ اہل مغرب کی یہ ناگفتہ بہ حالت اس نقش پا کی مرہون منت ہے جو انھیں محبوب ہے، وہ نقش پا بے حیائیوں سے آلودہ ہے لیکن جو اپنی منزل کا سنگ میل بدل لیتے ہیں وہ اخلاق وکردار کی بلندیاں چھو لیتے ہیں- اور ہمیں یہی کرنا ہے-

لیکن یہ کام ہم شروع کہاں سے کریں گے؟ ٹرننگ پوائنٹ کیا ہوگا؟ اسی سوال کا جواب تلاش کرنے اور زندگی کو راہ راست پر لانے کی غرض سے یہ کتاب مرتب کی گئی ہے- یہ کام ہم اپنے گھر سے شروع کریں گے، اپنی خواتین، ماؤں، بہنوں، بیٹیوں سے شروع کریں گے، انھیں وہ کردار پڑھائیں گے، اس حسن سے آشنا کریں گے، وہ جمال دیں گے، وہ اخلاقی کمال دیں گے جو تاریخ اسلام کا نمائندہ کردار و اخلاق و جمال وحسن ہے اور یہ سب پیغمبر اعظم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ، مقدس، پیکرِ شرم وحیا شہزادیوں کی زندگیوں میں موجود ہے- تاریخ اسلام کی ان پاک باز، نیک سیرت خواتین کے ناموں ہی میں طہارت ظاہری وباطنی پنہاں ہے، نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جو احتیاطی ذمہ داریاں بخشی ہیں وہ بڑی اہم ہیں، جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ صبر ورضا کا سبق دیتا ہے، جنھوں نے حسن اخلاق وکردار کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے- رسول کونین کی شہزادیاں حقیقی معنوں میں اسلام کی مقدس ترین خواتین ہیں، وہ واقعی شہزادیاں ہیں، ان کا ہر نقش پا بڑا ستھرا، نکھرا ہے، جہاں اخلاق وکردار کی بلندیاں ہیں، وہ امہات المومنین علیہن الرضوان کی تربیت یافتہ اور آغوش رسول کی پروردہ ہیں، آیہ تطہیر ان کی شناخت ہے، ان

کی حیات میں بندگی بھی نظر آتی ہے، تابندگی بھی، ذوق عبادت بھی ہے، سوز دروں بھی، اخلاص بھی ہے، جاں نثاری بھی۔ یہی سرمایہ، سرمایۂ آخرت ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق کائنات جل شانہ نے چار صاحبزادیاں عطا فرمائی تھیں اور سب حسن صورت وحسن سیرت کا اعلیٰ نمونہ اور اخلاق وعمل کا مجسمہ تھیں: (۱)۔حضرت زینب (۲)۔حضرت ام کلثوم (۳)۔حضرت رقیہ (۴)۔اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہن۔

حضرت ابراہیم کے سوا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولادیں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکمِ اطہر سے تھیں۔ ان میں سے حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدہ زینب، سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن اعلانِ نبوت سے قبل پیدا ہوئے اور سیدہ کائنات خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سیدنا عبداللہ الملقب بہ طیب و طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلانِ نبوت کے بعد رونق عالم افروز ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں ہیں:

اہل اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں چار ہیں، لیکن بعض متعصب تاریخ نگاروں نے یہاں بھی اپنا فسوں چھوڑا ہے اور ایک متفقہ حقیقت کو شبہات کے دائرے میں لا کھڑا کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صلبی حقیقی بیٹی ایک فاطمہ زہرا ہے، ان کے علاوہ بقیہ تین بیٹیاں لے پالک یا حضرت خدیجہ کی خواہرزادیاں ہیں۔ اس افسانہ طرازی کا سہرا بعض غالی شیعہ تاریخ سازوں کے سر جاتا ہے جنھوں نے عقیدت میں غلو کی بنیاد پر یہ غیر حقیقی بات کہی ہے۔ جب کہ یہ سراسر غلط اور بے بنیاد مفروضہ ہے اور اس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں ہیں، اس حقیقت پر جملہ اصحاب سیر متفق ہیں، علم الانساب سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، تاریخی حقائق بھی یہی بتاتے ہیں۔ محدثین کے نزدیک بھی بنات رسول کی تعداد چار ہے، مستند سیرت نگاروں کے یہاں بھی ان کی تعداد چار ہی ہے، معروف سیرت نگار ابن ہشام نے "سیرت نبویہ" میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے مسئلے کو ایک مستقل عنوان کے تحت بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت ابراہیم کے علاوہ سب حضرت خدیجہ سے پیدا ہوئی، قاسم (ان

کے نام سے آپ کی کنیت ''ابوالقاسم'' ہوئی)، طیب وطاہر (جو حضرت عبداللہ کا لقب ہے)، پھر زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ تولد ہوئیں۔ (سیرت ابن ہشام، جلد اول، ص: ۱۹۰)

علمائے انساب میں ''ابن سعد'' کافی اہم مانے جاتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اعلان نبوت سے قبل مکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سب سے پہلے فرزند قاسم پیدا ہوئے، ان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ''ابوالقاسم'' جاری ہوئی، پھر ان کی صاحب زادی زینب پیدا ہوئیں، پھر رقیہ، پھر فاطمہ، پھر ام کلثوم، پھر دور اسلام میں صاحب زادے عبداللہ متولد ہوئے، انھی کو طیب وطاہر کہا جاتا ہے۔ اس ساری اولاد کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجہ بنت خویلد بنت اسد رضی اللہ عنہا ہیں۔ (طبقات ابن سعد، جلد اول، ص: ۸۵)

قدیم علمائے انساب میں مصعب زبیری (م: ۲۳۶ھ) کا نام نمایاں ہے، انھوں نے اپنی کتاب **"نسب قریش"** میں حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو صاحب زادوں اور چار شہزادیوں کا ذکر کیا ہے۔

(نسب قریش للمصعب الزبیری، ص: ۲۳۱)

ان کے علاوہ مورخ بلاذری نے اپنی کتاب **"أنساب الأشراف"** جلد اول اور ابن حزم اندلسی نے **"جمهرة انساب العرب"** میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار شہزادیوں کا ذکر کیا ہے۔ اور یہی اکثر شیعہ علما و تاریخ نگاروں کا بھی موقف ہے، البتہ بعض مصنفین جیسے ابوالقاسم علی بن احمد علوی کوفی وغیرہ ایسے ہیں جنھوں نے اپنے ائمہ وعلما کے برخلاف یہ شاذ قول کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی بیٹی صرف حضرت فاطمہ ہیں، بقیہ تین بیٹیاں لے پالک ہیں یا حضرت خدیجہ کی خواہر زادیاں ہیں۔ یہ قول سراسر مردود و باطل ہے، جس کی کوئی سند و بنیاد نہیں ہے۔ ہاں اس بات میں ضرور اختلاف رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹے تین ہیں یا چار؟ اکثر محققین و ارباب سیرت کا نظریہ یہی ہے کہ بیٹے تین ہی ہیں: حضرت ابراہیم جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے، بقیہ دو حضرات: قاسم و عبداللہ رضی اللہ عنہما جو حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے شکم اطہر سے تھے، حضرت عبداللہ کا لقب چوں کہ طیب وطاہر تھا، اس لیے بعض سیرت نگاروں کو شبہہ ہوا کہ یہ دو الگ الگ ذاتیں ہیں، لیکن بیٹیوں کے حوالے سے ایسا کوئی

شبہہ نہیں ملتا، اس لیے اس حقیقت کو ذہن میں محفوظ رکھیں۔

کتاب کی تالیف کا پس منظر:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں'' کے موضوع پر چند ماہ قبل راقم کو ایک مختصر تقریر تحریر کرنے کا موقع ملا، تب اس موضوع سے متعلق کتابوں کی تلاش شروع ہوئی تاکہ یہ تحریر مبسوط ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ مواد درج ہو سکے، چند کتابیں ضرور نگاہ سے گزریں، لیکن کسی سنی عالم کی اردو زبان میں کوئی مفصل و مستند کتاب نہ مل سکی، ہند و پاک کے احباب سے ذکر کیا تو بھی کامیابی نہیں ملی، اس لیے یہ کام زیادہ اہم لگا اور اپنے ادارے جامعہ غوثیہ نجم العلوم، ممبئی کے منتہی جماعت کے طلبہ کو یہ کام سونپ دیا جنھوں نے تلاش اور تحقیق کے میدان میں اپنی ناتجربہ کاری کے باوجود یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچایا اور عربی و اردو کے مستند ماخذ و مراجع کی روشنی میں حقائق جمع کیے۔ سیدہ کائنات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے سوا بقیہ بنات رسول کے احوال تاریخ و سیر کی کتابوں میں انتہائی مختصر اور تشنہ تشنہ سے ہیں اس لیے ان احوال کی تلاش میں کافی دشواری پیش آئی، بہر حال جو مل سکا اسے انھوں نے اس کتاب میں جمع کر دیا ہے اور مزید کی تلاش جاری ہے۔ چاروں شہزادیوں کے احوال و افکار الگ الگ تحریر کیے گئے ہیں - درجہ فضیلت (۲۰۱۷ء) کے ان چھ طلبہ کے نام اس طرح ہیں: (۱)-عظمت اللہ رضوی (۲)- ثناء المصطفیٰ (۳)-محمد جمیل نوری (۴)-محمد سفیان (۵)-محمد عاقب گجراتی (۶)-محمد فیروز نوری-

حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کی سوانح علی الترتیب مولانا عظمت اللہ رضوی اور مولانا محمد جمیل نوری نے لکھی ہے، حضرت زینب کے احوال مولانا ثناء المصطفیٰ و مولانا محمد عاقب گجراتی سے مشترکہ طور پر جمع کیے ہیں، اسی طرح حضرت فاطمہ زہرا کا زندگی نامہ مولانا محمد سفیان و مولانا محمد فیروز نوری نے باہم مل کر مرتب کیا ہے، اس طرح چار شہزادیوں کی زندگی کا یہ مختصر خاکہ ہمارے سامنے ہے۔

''جامعہ غوثیہ نجم العلوم'' تحریک سنی دعوت اسلامی، ممبئی کا مرکزی تعلیمی ادارہ ہے جس کی تین درجن سے زائد شاخیں ہند و بیرونِ ہند علم دین کی خدمت کا گراں قدر کام کر رہی ہیں، مرکزی ادارہ اپنی ممتاز ترین خصوصیات کی بنیاد پر شہر ممبئی میں الگ پہچان رکھتا ہے اور اس کے

فارغین قدر وعزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، بانی ادارہ امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد شاکر نوری زید مجدہ بھی اسے ہر آن نصابی و انتظامی عروج پر لے جانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ فی الوقت درس نظامی اور درجہ قراءت وحفظ میں جو اساتذہ خدمت انجام دے رہے ہیں ان کے اسما یہ ہیں: (۱)-حضرت مولانا افتخار اللہ مصباحی، صدر المدرسین (۲)-حضرت مولانا عبدالرب مصباحی، نائب شیخ الحدیث (۳)-حضرت مولانا مظہر حسین علیمی (۴)-راقم الحروف توفیق احسنؔ برکاتی (۵)-حضرت مولانا محمد اسید مومن (۶)-حضرت مولانا عبدالکریم رضوی (۷)-حضرت حافظ وقاری شمس تبریز نظامی- ان کے علاوہ انگلش وکمپیوٹر کے دو ٹیچر بھی اپنی ذمہ داریوں کی تکمیل میں مشغول ہیں- اس کتاب سے قبل درجہ فضیلت کے گیارہ طلبہ نے مشترکہ طور پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے علمی وفقہی شاہکار ''فتاویٰ رضویہ'' مترجم تیس جلدوں سے عقائد وکلام کے مسائل کا ایک گراں قدر انتخاب مرتب کیا تھا، فتاویٰ رضویہ سے یہ اپنی نوعیت کا پہلا علمی انتخاب تھا۔ ادارہ معارف اسلامی، ممبئی سے اس کتاب کے دو اڈیشن شائع ہوئے، بعد میں حضرت علامہ شاہ سید تراب الحق قادری علیہ الرحمہ نے لاہور پاکستان سے اس کا ایک اڈیشن شائع کرایا- اسی طرح درجہ فضیلت کے ایک طالب علم مولانا خالد رضا نجمی مقیم حال امریکہ نے **"احمد رضا خان فی الصحافة المصرية"** کا اردو ترجمہ ''مصری صحافت میں امام احمد رضا کے جلوے'' کے نام سے کیا اور یہ تیسرا کام آپ کے سامنے ہے۔ اس کتاب کا پروف محب گرامی مولانا مظہر حسین علیمی نے بغور پڑھا ہے، راقم نے بھی اصلاحیں کی ہیں، مکمل کمپوزنگ مولانا محمد ارشاد برکاتی استاذ دارالعلوم مخدومیہ جوگیشوری، ممبئی نے کی ہے اور اب امیر سنی دعوت اسلامی کی نگہ التفات سے ادارہ معارف اسلامی ممبئی کے زیر اہتمام اشاعت پذیر ہو رہی ہے، اللہ عزوجل یہ علمی وسوانحی کاوش قبول فرمائے اور مرتبین و اساتذۂ جامعہ ومعاونین کو دارین کی سعادتوں وبرکتوں سے مالا مال فرمائے، آمین-

توفیق احسنؔ برکاتی

(یکم رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ/ ۲۸ مئی ۲۰۱۷ء)

●●

شہزادی رسول حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ولادت:-

جمہور کے نزدیک سیدہ طاہرہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا شہزادہ حضرت سیدنا قاسم بن رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چھوٹی اور باقی شہزادیوں اور شہزادگان سے بڑی تھیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت باسعادت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ام المومنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم سے شادی کے پانچویں سال ہوئی، اس وقت آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف تیس برس تھی۔

شادی:-

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خواہش پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شادی کم سنی میں قبل از اعلانِ نبوت ابوالعاص بن ربیع عبشمی کے ساتھ کردی تھی۔ ابوالعاص بن ربیع کے اصل نام میں اختلاف ہے، علامہ ابن حجر نے ابوالعاص بن ربیع عبشمی تحریر کیا ہے، جب کہ اکثر اصحابِ سیر نے ان کا نام ''لقیط'' بتایا ہے اور یہی قول زیادہ معتبر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب- یہ اپنے اصل نام کی بجائے اپنی کنیت ''ابوالعاص'' سے زیادہ مشہور ہیں۔ ابوالعاص حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔ ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے بہت پیار کرتی تھیں اور ان کو اپنا فرزند فرمایا کرتی تھیں۔ چوں کہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت کم اختلاف فرماتے تھے۔ اس لیے ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خواہش پر اپنی بڑی شہزادی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی ابوالعاص سے کردی- (الاصابہ، جلد: ۸، ص: ۱۲۷)

حضرت زینب کا قبول اسلام:-

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی مشرف با سلام ہوئیں۔مگر ابو العاص اس وقت تک دولت ایمان سے محروم تھے۔اشاعت اسلام کے ساتھ ہی اکثر قریش مکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سخت ترین مخالف ہو گئے تھے اور ایذا رسانی کا کوئی ایسا طریقہ نہ تھا جو اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر آزمایا نہ ہو۔ بایں ہمہ چند معتدل قسم کے لوگ ایسے بھی تھے جو اگر چہ اس وقت ایمان نہ لائے تھے مگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ستانے والوں کی مخالفت کرتے تھے اور اپنے دل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر نرم گوشہ رکھتے تھے۔ابو العاص بن ربیع انھیں میں سے ایک تھے۔

فضیلت ابو العاص:-

امام بخاری علیہ الرحمہ ''**باب الشروط فی المهر عند عقدة النكاح**''(عقد نکاح کے وقت مہر میں شرط لگانا) کے تحت فرماتے ہیں:

''وقال عمران مقاطع الحقوق عند الشروط ولك ماشترطت وقال المسور سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ذکر صهرا له فاثنی علیه فی مصاهرته فاحسن قال حدثنی فصدقنی ووعدنی فوفالی۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حقوق کی قطعیت شرط کے پورا ہونے کے وقت ہوتی ہے اور تم کو وہی ملے گا جو تم نے شرط کی ہے۔مسور نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ نے اپنے داماد کا ذکر کیا اور اس کی دامادی کی تعریف کی اور اچھی تعریف کی،فرمایا اس نے میرے ساتھ بات کی اور سچا کیا مجھ سے جو وعدہ کیا تو اس کو پورا کیا۔(**صحیح البخاری**، باب الشروط،ص:۳۷۶،ج:۱)

حدیثِ مذکور کی تشریح میں شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی نے تحریر فرمایا کہ اس سے مراد حضرت ابو العاص بن ربیع ہیں،جو سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے شوہر تھے۔وہ بدر کے روز گرفتار کیے گئے تھے،لیکن صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم وتکریم کی خاطر ان کو بغیر فدیہ کے چھوڑ دیا،کیوں کہ انھوں نے مشرکین کے کہنے اور ان کے اصرار کے باوجود حضرت سیدہ

زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق نہیں دی تھی۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور حضرت ابوالعاص کی تعریف کی کہ اس نے بات کی تو سچ کہا، وعدہ کیا تو پورا کیا۔ پھر حضرت ابوالعاص جنگ بدر کے تقریباً سات سال بعد مسلمان ہوئے تو سرکار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو واپس کر دیں۔ چناں چہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے نکاح کے ساتھ ان کو حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا واپس کر دیا۔

(**تفہیم البخاری**، برکات رضا، پوربندر، ص:۲۴۸، ص:۴)

حضرت ابوالعاص کی حضرت زینب سے محبت:-

اعلان نبوت سے قبل آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری دوشہزادیوں سیدہ رقیہ وام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نکاح کمسنی میں ابولہب کے بیٹوں سے ہو چکا تھا۔ اہل مکہ کے کہنے پر محض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ستانے کے لیے ابولہب کے دونوں بیٹوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی۔ مگر کفار مکہ کی ترغیب کے باوجود ابوالعاص نے سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق نہ دی۔ حالاں کہ کفار مکہ نے ان کو پیش کش بھی کی اور اصرار کیا کہ تم قریش مکہ کی کسی بھی لڑکی کی طرف اشارہ کرو، ہم تمھارا نکاح اس سے کروادیں گے بشرطے کہ تم محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بیٹی کو طلاق دے دو۔ حضرت ابوالعاص نے کفار کی اس خواہش اور اصرار کو سختی کے ساتھ رد کر دیا۔ چوں کہ یہ اسلام کا ابتدائی دور تھا، کوئی عورت مسلمان تھی اور کوئی مرد، اس لیے اس زمانے میں مشرک مرد وعورت کا مسلمان مرد وعورت سے نکاح حرام ہونے کا ابھی حکم نہیں آیا تھا۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف اس نکاح کو باقی رکھا بلکہ کفارِ مکہ کے مقابلے میں حضرت ابوالعاص کے کردار کی اکثر تعریف فرمایا کرتے تھے۔

سیدہ زینب کا ہار اور شوہر کی رہائی:-

اعلان نبوت کے تیرہویں سال جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے سسرال میں تھیں۔ سنہ ۲ ھ میں غزوہ بدر

کے موقع پر کفار مکہ نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے محترم چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت ابوالعاص بھی میدان بدر میں آ کے گرفتار ہوکر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کو حکم دیا کہ وہ مکہ مکرمہ سے زرِفدیہ منگوالیں اور ادا کر کے رہا ہوجائیں تو حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مکہ مکرمہ پیغام بھیجا، اس کے جواب میں حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گلے کا وہ ہار جو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بوقت شادی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا فرمایا تھا، وہ اپنے دیور عمرو بن ربیع کے ہاتھ بھیجا، تاکہ اس کو بطور فدیہ قبول کیا جائے۔ جب یہ یمنی ہار بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پیش کیا گیا تو ملاحظہ فرماتے ہی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دل بھر آیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر رقت طاری ہوگئی۔ شفیع امت نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''**ان رأیتم ان تطلقوا لها اسیرها و تردوا علیها مالها فافعلوا**''۔ اگر آپ لوگ مناسب خیال کرو تو میری بیٹی زینب کا قیدی رہا کردو اور اس کا ہار بھی واپس کردو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہم بسروچشم تعمیل حکم کے لیے تیار ہیں۔ چناں چہ انھوں نے حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رہا کردیا اور وہ ہار بھی واپس کردیا گیا۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر یہ حقیقت بیان کی ہے:

''**عن یزید بن رومان قام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم الصبح فنادت زینب انی اجرت ابا العاص بن ربیع فقال بعدا نصرف وهل سمعتم ما سمعت قالوا نعم قال والذی نفس محمد بیده ما علمت شیئا مما کان حتی سمعت و انه یجیر علی المسلمین ادناهم**۔''

یزید بن رومان سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کا ارادہ فرمایا، تو حضرت زینب نے پکارا: میں نے ابوالعاص بن ربیع کو پناہ دی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو صحابۂ کرام علیہم الرضوان سے فرمایا کہ کیا تم نے بھی کچھ سنا ہے؟

صحابۂ کرام نے عرض کیا: جی ہاں، ہم نے بھی سنا ہے، تو رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو! مجھے اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضۂ قدرت میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جان ہے، مجھے کسی بات کا علم نہیں تھا، یہاں تک کہ میں نے وہ آواز سنی جو تم نے بھی سنی، وہ بات یہ کہ مسلمانوں کی طرف سے ایک ادنیٰ شخص بھی پناہ دینے کا حق رکھتا ہے۔

(الاصابہ، جلد: ۸، ص: ۱۶۷)

مال کی واپسی:-

حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ میں حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا، اس لیے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کا لحاظ کرتے تھے، آپ نے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا: اگر تم حضرت ابوالعاص کا مال واپس کردو گے، تو ممنون احسان ہوگا۔ صحابۂ کرام تو ہر وقت خوشنودی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طالب رہا کرتے تھے۔ فوراً تمام مال واسباب حضرت ابوالعاص کو واپس کردیا۔ وہ تمام مال ومتاع لے کر مکہ پہنچے اور تمام لوگوں کو ان کی امانتیں واپس کردیں۔

حضرت ابوالعاص کا قبول اسلام:-

جب اہل مکہ کی امانتیں واپس کردیا تو پھر اہل مکہ سے مخاطب ہوکر کہا: اے اہل قریش! اب میرے ذمے کسی کی کوئی امانت تو نہیں ہے؟ تمام اہل مکہ نے بیک زبان کہا: بالکل نہیں، خدا تمھیں جزائے خیر دے۔ تم ایک نیک نہاد اور باوفا شخص ہو۔ حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تو سن لو کہ میں مسلمان ہوتا ہوں، خدا کی قسم! اسلام قبول کرنے میں مجھے صرف یہ امر مانع تھا کہ تم لوگ مجھے خائن نہ سمجھو۔ یہ کہہ کر کلمۂ شہادت پڑھا اور اس کے بعد ہجرت کرکے مدینہ منورہ آگئے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ نے چند روز مکہ میں زندگی بسر کی اور اپنے اہل وعیال کے حقوق ادا کیے اور مدینہ منورہ واپس آکر محرم الحرام ۷ھ میں مسلمان ہوگئے اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نکاح اول ہی لوٹا دیے گئے۔ (الاصابہ، جلد: ۸، ص: ۱۶۷)

حضرت زینب کا سفر مدینہ اور مشکلات:۔

حضرت ابو العاص بن ربیع کے مکہ مکرمہ روانہ ہو جانے کے بعد حضور نبی اکرم رسول محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ایک اور انصاری صحابی کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ تم "**بطن یاحج**" (ایک جگہ کا نام ہے) میں جا کر ٹھہرو۔ جب سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہاں آ جائیں تو ان کو ہمراہ لے کر تم مدینے چلے آنا۔ چناں چہ وہ دونوں صحابی اسی وقت چلے اور مکہ کرمہ سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلے پر بطن یاجج میں جا کر ٹھہرے۔ یہ واقعہ غزوۂ بدر سے تقریباً ایک ماہ بعد کا ہے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی اور وہ جانے کی تیاری فرمانے لگیں۔

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت بیان کی کہ جب میں اپنے والد بزرگوار جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی تیاری کر رہی تھی تو میرے پاس عتبہ کی بیٹی ہندہ آئی اور کہا: اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بیٹی! مجھے خبر ملی ہے کہ تم اپنے والد کے پاس مدینہ جانے کا ارادہ رکھتی ہو؟ میں نے چھپانے کے انداز میں کہا: ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔ ہندہ نے کہا: اے میرے چچا کی بیٹی! یوں نہ کہو (یعنی بات نہ چھپاؤ) اگر تمھیں کسی سامان کی ضرورت ہے جو سفر میں کام آ سکے یا والد تک پہنچنے کے لیے رقم کی ضرورت ہو تو تم بلا جھجک لے سکتی ہو، اس لیے مجھے بتانے میں بخل سے کام نہ لو، کیوں کہ عورتوں کے تعلقات میں وہ چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی، جو مردوں کے درمیان پیدا ہو چکی ہے۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے تو یہی سمجھا کہ وہ جو کچھ کہتی ہے وہی کرے گی، لیکن مجھے اس سے خوف ہوا اور میں نے اپنا ارادہ اس پر ظاہر نہ کیا اور خفیہ تیاری کر لی۔

جب سیدہ زینب نے سفر کی تیاری مکمل کر لی تو حضرت ابو العاص کے کہنے پر اس کا بھائی کنانہ بن ربیع اونٹ لایا۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس پر سوار ہو گئیں اور کنانہ بن ربیع دن کے وقت اونٹ کی نکیل پکڑے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اونٹ پر سوار ہَوْدَج (ایک قسم کی ڈولی نما شی جو عورتوں کے پردے اور حفاظت کے لیے بنائی جاتی تھی۔) میں بیٹھی تھیں، جب کہ کنانہ بن ربیع پیدل چل رہا تھا۔ جوں ہی اس بات کا چرچا لوگوں میں ہوا، قریش ان کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے، حتی کہ ان کو مقام ''ذی طوی'' میں جا گھیرا۔ سب سے پہلا جو شخص ان تک پہنچا وہ ہبار بن اسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن الفہری تھا۔ اس نے نیزے سے اونٹ کو ڈرایا تو اونٹ اچھلا، جس کی وجہ سے ہودج زمین پر گر گیا۔ اس طرح حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہ صرف چوٹ آئی بلکہ آپ کا حمل بھی ضائع ہو گیا۔ کنانہ نے اپنے ترکش کو زمین پر الٹ دیا اور کمان تھام لی اور چلا کر بولا: مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم! جو بھی میرے قریب آئے گا میں اسے اپنے تیر کا نشانہ بناؤں گا۔ یہ حالت دیکھ کر لوگ دور ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر ابو سفیان اپنی قوم کے بڑے بوڑھوں کو لے کر آگے بڑھا اور کہا اے نوجوان! اپنے تیروں کو روک لے، ہم تیرے ساتھ کچھ بات کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر کنانہ نے کمان زمین پر رکھ دی۔

ابو سفیان آگے بڑھا اور کنانہ بن ربیع سے کہا: اے نوجوان! تو نے صحیح طریقہ اختیار نہیں کیا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بیٹی کو اس طرح دن دھاڑے سب لوگوں کے سامنے مدینہ کی طرف لے جا رہا ہے۔ تجھے ہماری اس مصیبت اور ذلت کا بھی علم ہے جو ہمیں میدان بدر میں نصیب ہوئی اور اس لڑکی کے باپ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ہاتھوں جیسی بربادی اور تباہی ہم پر آئی، وہ بھی تم پر پوشیدہ نہیں ہے اور اب اگر تم اس طرح علانیہ طور پر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بیٹی کو لے کر جاؤ گے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ واقعہ بھی ہماری ذلت و رسوائی کی وجہ سے ہوا ہے اور ہم میدان بدر میں مار کھا کر اتنے ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں کہ مسلمان علانیہ طور پر ہجرت کرنے لگے ہیں۔ مجھے میری عمر کی قسم! ہمیں اس لڑکی کو اپنے والد سے ملنے پر کوئی اعتراض نہیں اور نہ ہی ہم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بیٹی سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ اس وقت تو اس کو لے کر واپس لوٹ جا، جب آوازیں خاموش ہو جائیں اور لوگ کہنے لگیں کہ ہم نے اسے واپس لوٹا دیا ہے تو پھر چپکے سے کسی شب لے کر نکل جا اور اسے اس کے باپ تک پہنچا دے۔ کنانہ نے ایسے ہی کیا۔ چند روز تک حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کو روکے رکھا، جب ماحول سازگار ہوا تو رات کے وقت کنانہ بن ربیع ان کو لے کر روانہ ہوا اور بطن یاجج کے مقام پر انھیں حضرت زید بن حارثہ اور ان کے ساتھی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سپرد کردیا اور وہ دونوں حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پورے احترام واکرام کے ساتھ بارگاہِ رسالت علیہ الصلوۃ والسلام میں حاضر ہو گئے۔

رحلت:-

علامہ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں: ''**ان زینب توفیت فی اول سنة ثمان من الهجرة-**'' حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس واقعہ کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں اور ۸ ھ میں خالق حقیقی کے حضور پہنچ گئیں۔

صحیح بخاری کی تفصیلی روایت اس طرح ہے:

''**ابن سیرین یقول جاء ت ام عطیة امرأة من الانصار من اللاتی بایعن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قدمت البصرة تبادر ابنا لها فلم تدرکه فحدثتنا قالت دخل علینا النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم ونحن نغسل ابنته فقال اغسلنها ثلثا او خمسا او اکثر من ذلک ان رأیتن ذلک بماء وسدر واجعلن فی الاخرة کافورا فاذا فرغتن فاذنني قالت فلما فرغنا القی الینا حقوه فقال اشعرنها ایاه ولم تزد علی ذلک ولا ادری ای بناته وزعم ان الاشعار االفنها فیه وکذلک کان ابن سیرین یامر بالمرأة ان تشعر ولاتؤزر-**''

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان انصاری خواتین میں سے ایک تھیں جنھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی، وہ بصرہ اپنے ایک لڑکے کو تلاش کرنے آئیں جو انھیں ملا نہیں، انھوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم ان کی صاحبزادی کو غسل دے رہی تھیں تو فرمایا: اسے تین یا پانچ بار اگر ضرورت سمجھو تو اس سے بھی زیادہ مرتبہ پانی اور بیری سے غسل دو اور اخیر میں کافور ملا لو اور جب فارغ ہو جاؤ تو مجھے خبر دینا۔ انھوں نے کہا جب ہم غسل دے چکیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تہبند مبارک ہماری طرف پھینک دیا اور فرمایا: اسے جسم پر لپیٹ دینا

انھوں نے اس سے زیادہ نہیں بیان کیا اور میں نہیں جانتا کہ یہ کون سی صاحبزادی تھیں اور گمان کیا کہ اشعار کا مطلب یہ ہے کہ لپیٹ دو اور ابن سیرین ہی حکم دیتے تھے کہ عورت کو کپڑے میں لپیٹا جائے، تہبند نہ باندھا جائے۔ (صحیح البخاری، جلد اول، کتاب الجنائز، ص: ۱۶۸)

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ (نزہۃ القاری، جلد چہارم، ص: ۳۷)

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول رضوی **"تفہیم الباری فی شرح البخاری"** میں مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''یہ فوت ہونے والی صاحبزادی سیدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جو حضرت ابوالعاص کی بیوی اور امامہ کی والدہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ مسلم نے اس کی تصریح کی ہے کہ ان کا انتقال آٹھ ہجری میں ہوا۔ ابوداؤد نے کہا کہ وہ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں۔ مگر یہ صحیح نہیں کیوں کہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا مدینہ منورہ کے باہر بدر کے میدان میں تھیں۔ (جلد دوم، ص: ۳۲۵)

اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

عن ام عطیة قالت لما ماتت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اغسلنیها وترا ثلاثا او خمسا واجعلن فی الخامسة کافورا او شیئا من کافور فاذا غسلتنها فاعلمننی قالت فاعلمناه فاعطانا حقوه وقال اشعرنها ایاه۔''

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو طاق مرتبہ غسل دو تین بار یا پانچ بار اور پانچویں بار کافور رکھ دینا اور جب تم غسل دے چکو تو مجھے خبر دینا۔ ہم نے آپ کو خبر دی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک ہمیں دی اور فرمایا کہ اسے سب کپڑوں کے نیچے پہنانا۔

(صحیح مسلم، جلد اول، کتاب الجنائز، ص: ۳۰۵)

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ میت کے غسل میں بیری کے پتے اور کافور کا استعمال مستحب ہے اور اسے خوشبو لگانا مستحسن ہے اور عورت کو غسل دینے کے لیے شوہر کی بہ نسبت عورتیں زیادہ مناسب ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہی ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ نے کتاب الجنائز میں صاحبزادی صاحبہ کے غسل میت کے بارے میں دس احادیث مبارکہ نقل فرمائی ہیں۔

تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ ہوئی اور ان کو دفن کیا گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کی قبر انور میں اترے اور اپنی صاحبزادی کو سپرد خاک فرمایا۔ اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور پر رنج و ملال کے آثار بہت نمایاں تھے۔ اسد الغابہ میں ہے:

''بہ وقت دفن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے ضعف کو یاد فرما کر بارگاہ رب العزت میں یہ دعا فرما رہے تھے اے اللہ تعالیٰ زینب کی مشکلات کو آسان فرما دے اور اس کی قبر کی تنگی کو کشادگی میں بدل دے۔''

(اسد الغابۃ، جلد: ۷، ص: ۱۲۴)

حضرت ابو العاص کا وصال:۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سانحۂ ارتحال کے چند روز بعد حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اولادیں:۔

حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صلب سے حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں دو اولادیں ہوئیں: ایک فرزند کہ جن کا اسم گرامی ''علی'' تھا اور دوسری دختر نیک اختر کہ جن کا نام ''امامہ'' تھا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

(۱)۔ حضرت علی بن ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما، یہ مدینہ طیبہ کی ہجرت سے قبل پیدا ہوئے۔ ان کو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے زیر کفالت لے لیا اور یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سایۂ عاطفت میں تربیت حاصل کرتے رہے۔ فتح مکہ کے دن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے تو یہ صاحبزادے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایام سن

بلوغ میں اپنے والد حضرت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں ہی انتقال فرمایا۔لیکن ابن عساکر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ یرموک میں موجود تھے اور اسی جنگ میں لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

(الاصابہ، کتاب النساء، جلد ۴، ص: ۲۶۴)

(۲)۔حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک عرصہ تک باحیات رہیں۔رسول اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس نواسی سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ ایک مرتبہ ان کو اپنی آغوش محبت میں لے کر نماز ادا فرمائی۔روایت ملاحظہ فرمائیں:

''عن ابی قتادة ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یصلی وهو حامل امامة بنت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولابی العاص بن الربیع فاذاقام حملها واذا سجد وضعها۔''

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ نماز میں اپنی نواسی امامہ کو اٹھائے ہوئے تھے (یہ آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹی تھیں جو حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے نکاح سے پیدا ہوئیں۔) حالت قیام میں آپ امامہ کو اٹھا لیتے اور جب آپ سجدہ کرتے تو انھیں زمین پر بٹھا دیتے۔(صحیح مسلم، جلد اول، ص: ۲۰۵)

نماز میں بچے کو گود میں لینے کے بارے میں مذاہب اربعہ:

مذکورہ بالا حدیث کی تشریح میں علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح صحیح مسلم میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک نماز کی حالت میں بچے کو گود میں اٹھانا جائز ہے جب کہ اس کے لیے عمل کثیر نہ کرنا پڑے۔(عمل کثیر وہ کام ہے جو دونوں ہاتھوں سے کرنا پڑے یا نماز کے ایک رکن میں ایک ہاتھ سے تین مرتبہ حرکت ہو) اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک نوافل میں بچے کو اٹھا لینا جائز ہے، فرائض میں نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عمل فرض نماز میں تھا کیوں کہ ابوداؤد میں ہے کہ یہ نماز ظہر یا عصر کی تھی۔اس لیے مالکیہ کہتے ہیں کہ یا تو یہ عمل **"ان فی الصلوٰۃ شغلہ"** سے منسوخ

ہے یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول ہے۔ لیکن چوں کہ اس عمل میں عمل کثیر نہیں ہے اس لیے اس تاویل کی ضرورت نہیں۔

(شرح صحیح مسلم، برکات رضا، پور بندر، ص: ۱۱۴، ج: ۲)

حضرت فاطمہ زہرا کی شفقتیں:

حضرت سیدہ زاہدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی بھانجی سے کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہوتا ہے کہ بوقتِ رحلت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو وصیت کی تھی کہ وہ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت وتربیت کے لیے امامہ بنت ابو العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کرلیں۔ چناں چہ اس وصیت کے مطابق حضرت امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ہوا۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم جب مجروح ہوئے تو مرتبۂ شہادت پر فائز ہونے سے پہلے حضرت سیدہ امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اگر وہ نکاح کرنا چاہیں تو مغیرہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کریں۔ حضرت مغیرہ بن نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول محترم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حارث بن عبد المطلب کے پوتے تھے۔ چناں چہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت وحکم سے اس وصیت پر عمل کیا گیا اور مغیرہ بن نوفل کی صلب سے حضرت سیدہ امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا جن کا نام یحییٰ تھا۔ (اسد الغابۃ، کتاب النساء، جلد: ۷، ص: ۱۸)

نواسے کی وفات پر سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا آبدیدہ ہونا:

''عن اسامۃ بن زید قال ارسلت بنت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الیہ ان ابنا لی قبض فاتنا فارسل یقرئ السلام ویقول ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی فلتصبر ولتحتسب فارسلت الیہ تقسم علیہ لیاتینھا فقام ومعہ سعد بن عبادۃ ومعاذ بن جبل وابی بن کعب وزید بن ثابت ورجال فرفع الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصبی ونفسہ تتقعقع قال حسبتہ انہ قال کانھما شن ففاضت عیناہ فقال

سعد: یا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ما ھذا قال ھذہ رحمۃ جعلھا اللّٰہ فی قلوب عبادہ وانما یرحم اللّٰہ من عبادہ الرحماء۔"

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس خبر بھیجی کہ میرے یہاں تشریف لے آئیں، میرا ایک بیٹا قریب المرگ ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے پاس کہلایا کہ جاؤ کہہ دو، وہ سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ ہی کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کی بارگاہ میں میعاد مقرر ہے۔ اسے چاہیے کہ صبر کرے اور ثواب کی امید رکھے۔ پھر ان کی صاحبزادی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس کہلایا کہ وہ حضور کو قسم دیتی ہیں کہ ضرور تشریف لائیں۔ اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اٹھے اور حضور کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور بہت سے لوگ تھے۔ جب حضور وہاں پہنچے تو وہ بچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا اور حضور نے اسے گود میں لیا۔ وہ دم توڑ رہا تھا گویا وہ مشک ہے۔ اس کے اثر سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس پر سعد نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ شفقت ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمایا ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے رحم کرنے والوں پر ہی رحم فرماتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، جلد اول، ص:۱۷۱)

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے نزہۃ القاری میں تحریر فرمایا ہے:

"**بنت النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم**: یہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور یہ صاحبزادے تھے جن کا نام "علی" تھا، نہ کہ حضرت امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اس لیے کہ حضرت امامہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تک زندہ رہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے نکاح فرمایا۔ اور اہل تاریخ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے صرف دو بچے تھے: ایک حضرت امامہ، دوسرے حضرت علی رضی اللہ عنہما۔ علامہ ابن حجر

عسقلانی نے فرمایا کہ یہ حضرت علی اتنے بڑے ہونے تک جیسے کہ قریب بلوغ پہنچ چکے تھے۔ انھیں فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ اپنی سواری پر بٹھایا تھا۔

کانھا شن:۔ ''شن'' پرانی سوکھی مشک کو کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ صاحبزادے بالکل سوکھ گئے تھے جیسے پرانا سوکھا مشک ہو۔ ضعف ونقاہت سے صرف ہڈی چمڑا رہ گیا تھا۔ کتاب التوحید کی روایت میں ہے **"کانھا فی شن"** گویا وہ مشک میں تھے۔ یعنی بدن سوکھے مشک کی طرح ہوگیا تھا اور سانس یوں چل رہی تھی جیسے سوکھے مشک میں کنکری ڈال کر ہلائیں اور آواز ہو۔ جس کو ہمارے عرف میں کہتے کہ سانس اکھڑ چکی ہے۔''

ففاضت عیناہ:۔ یعنی بچے کا یہ حال دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو از راہ شفقت یارائے ضبط نہ رہا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب ہوا، اس لیے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صبر وضبط کو بارہا ملاحظہ فرما چکے تھے۔ غزوۂ احد کی اس قیامت خیز گھڑی میں زخمی ہونے کے باوجود زبان سے اف تک نہ نکلی۔ غزوۂ خندق کی اس شدت میں جیسے قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ دل حلقوم تک آگئے تھے۔ پہاڑ سے بھی زیادہ استقامت تھی اور آج بچے کا یہ حال ملاحظہ فرما کر رو رہے ہیں۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ شفقت کا مقتضیٰ ہے جو اختیاری نہیں، فطری ہے اور یہ ممنوع نہیں بلکہ محمود ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انھیں بندوں پر مہربانی فرماتا ہے جو خود دوسروں پر مہربان ہوتے ہیں۔''

مسائل:۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بیمار پرسی واجب نہیں، سنت ہے۔ مزید یہ کہ میت کی تجہیز وتکفین واجب عین نہیں، کفایہ ہے۔ چھوٹے بچوں کی بیمار پرسی بھی مسنون ہے۔ اپنے بڑے کو یا چھوٹے کو کسی مسنون بلکہ مستحب بلکہ مباح کام کے لیے قسم دلانا جائز ہے اور ایسی قسم کا پورا کرنا مستحب ہے۔ کوئی بزرگ کہیں جائیں تو ان کے اصحاب وتلامذہ کو ساتھ جانا چاہئے اگر کوئی حرج نہ ہو۔ چھوٹے بچوں کو گود میں لینا سنت ہے۔ کسی میت پر رونے میں حرج نہیں اگر بطور جزع وفزع اور چیخ چلا کر نہ ہو، بلکہ محمود ہے۔ (نزہۃ القاری، جلد: ۴، ص: ۵۷)

●●

شہزادی رسول حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ولادت باسعادت:-

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف کے ۳۳ رویں سال یعنی اعلان نبوت سے سات سال قبل پیدا ہوئیں۔ جمہور مؤرخین کے نزدیک حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی بڑی بہن حضرت سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تین سال چھوٹی تھیں۔ اعلان نبوت سے قبل ہی اللہ کے رسول تاجدار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے کر دیا تھا۔ جب حضور نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو کفار مکہ نے عتبہ بن ابولہب کو ترغیب دی کہ وہ شہزادئ رسول حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دے دے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ص:۱۵۲)

صحیح روایات میں آیا ہے کہ جب سورۂ تبت یدا نازل ہوئی تو ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے کبیدہ خاطر ہو کر عتبہ سے کہا: ''تیرا سر مجھ پر حرام ہے اگر تو رقیہ بنت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو طلاق نہ دے۔ تیرا ہمارے ساتھ رہنا، سہنا، اٹھنا، بیٹھنا سب حرام ہے۔ اس وقت تک حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چوں کہ کم عمر تھیں، اس لیے رخصتی بھی نہ ہوئی تھی، محض زبانی عقد ہوا تھا۔ (طبقات ابن سعد، ص ۲۴۔ اصابہ، کتاب النساء، ص:۱۵۲)

سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قبول اسلام:-

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنی والدۂ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ اعلان اسلام کر دیا تھا اور اپنی والدۂ محترمہ کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شرف بیعت حاصل کیا تھا۔ (طبقات ابن سعد، ص:۲۴)

حضرت عثمان غنی کا قبول اسلام اور سیدہ رقیہ سے عقد:-

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن حرم کعبہ سے اٹھ کر اپنے گھر گیا، اتفاق سے میری خالہ سعدہ تشریف فرما تھیں۔ ان کو کتب سابقہ اور کہانت میں بہت مہارت حاصل تھی۔ انھوں نے مجھے دیکھتے ہی برجستہ چند اشعار پڑھے-

ترجمہ: اے عثمان! تجھے مبارک ہو، تجھے خوش خبری ہو اور تجھ پر سلامتی ہو، تین مرتبہ پھر تین مرتبہ، پھر ایک مرتبہ یوں پورے دس سلام ہوں، تمھیں بھلائی نصیب ہو اور برائی سے محفوظ رکھے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے ایک نہایت ہی پاکیزہ کردار، عفت مآب حسینہ جمیلہ خاتون سے نکاح کیا۔ تم بھی کنوارے ہو اور وہ بھی کنواری عطا ہوئی۔ تم نے ایک بہت بڑے، جلیل القدر اور عظیم المرتبت شخص کی بیٹی سے نکاح کیا-

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسی گفتگو سے سخت تعجب ہوا۔ میں نے پوچھا: خالہ! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا: اے عثمان! اے عثمان! اے عثمان! تم صاحب جمال ہو اور صاحب شان وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب حق ہیں اور صاحب برہان وہ رسول برحق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہیں اور ان پر فرقان یعنی قرآن کریم نازل ہوا ہے، ان کی اتباع کرو اور بتوں کے قریب بھی نہ جاؤ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس مرتبہ بھی پوری طرح سمجھ نہ سکا اور کہا کہ خالہ اشارات میں نہیں بلکہ واضح طور پر فرمائیں، تو انھوں نے فرمایا:

"ان محمد بن عبداللہ رسول من عنداللہ بتنزیل اللہ یدعو بہ الی اللہ مصباحہ مصباح ودینہ فلاح ، ما ینفع الصباح ولو وقع الذباع وسیب الصفاج ومرت الرباح-" بے شک محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم لائے ہیں اور اسی منزل قرآن سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ ان کا چراغ ہی دراصل چراغ ہے، ان کا دین ذریعۂ فلاح ونجات ہے۔ اس وقت شور وغل کوئی نفع نہ دے گا جب قتال وجدال شروع ہو جائے گا اور تلواریں سونت لی جائیں گی اور برچھیاں تن جائیں گی-

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی اس خاص گفتگو سے میرے دل کی کیفیت بدل گئی اور میں انجام کار پر غور کرنے لگا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے گہرے دوست تھے۔ ان کے پاس میں اکثر بیٹھا کرتا تھا۔ انھوں نے میری متغیر حالت دیکھ کر سبب پوچھا تو میں نے سارا ماجرا بیان کر دیا تو انھوں نے جواباً ارشاد فرمایا: ''عثمان! تم سمجھ دار آدمی ہو، اگر تم بھی حق و باطل میں تمیز نہ کر سکو تو تعجب ہے۔ تمھاری قوم جن بتوں کی پرستش کرتی ہے، کیا وہ پتھر کے بنے نہیں ہیں؟ نہ سن سکتے ہیں، نہ نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ میں نے کہا بے شک حق ہے۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے عثمان! تمھاری خالہ جان نے جو کہا وہ سچ ہے اور میں بھی کہتا ہوں کہ محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔''

چناں چہ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد میں بارگاہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے عثمان! اللہ تعالیٰ تم کو جنت کی طرف بلاتا ہے، تم اس کو قبول کرو میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جو تمھاری اور تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔''

پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا بہتر جانتا ہے کہ ان جملوں میں کیا اثر تھا کہ میں بے قابو ہو گیا اور بے اختیار **"اشھد ان لاالہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدرسول اللّٰہ"** کہا اور مسلمان ہو گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اسلام سے مشرف ہونے کے بعد حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجیت میں دے دیا۔

(امام جلال الدین سیوطی، الخصائص الکبریٰ، جلد اول، ص: ۳۲۱)

اعلان نبوت کے پانچویں سال جب اہل مکہ کا ظلم وستم عروج پر تھا، اہل مکہ تمرد وسرکشی پر آمادہ تھے۔ مسلمانوں کو مشق ستم بنایا جا رہا تھا۔ ان پر ظلم وستم کا پہاڑ توڑا جا رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جاں نثار صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ جس ہستی نے سب سے پہلے اپنے اہل وعیال کے ساتھ حبشہ کی

طرف ہجرت کی وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جو اپنی زوجۂ محترمہ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق حبشہ کی طرف تشریف لے گئے۔ جب سلامتی کے ساتھ حبشہ پہنچنے کی اطلاع ملنے میں تاخیر ہوگئی تو حضور نبی کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فکر دامن گیر ہوئی، پھر جب ایک عورت نے آ کر خبر دی کہ میں نے حضرت عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو سیدہ رقیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ساتھ دراز گوش پر سوار ہو کر جاتے دیکھا ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اظہارِ اطمینان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ عثمان بن عفان وہ پہلے شخص ہیں کہ جنھوں نے حضرت ابراہیم ولوط (علیہما السلام) کے بعد اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی۔ (اصابہ، کتاب النساء، ص: ۱۵۳)

حبشہ میں ایک عرصہ تک قیام کرنے کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف واپس آ گئے، پھر تھوڑے ہی عرصے کے بعد مع اپنے اہل وعیال حکم نبوی کی بنیاد پر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

علالت ورحلت:-

۲ھ میں حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار ہوئیں۔ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چیچک نکل آنے کی وجہ سے کمزوری اس قدر بڑھ گئی کہ آپ صاحب فراش ہوگئیں۔ یہی زمانہ جنگ بدر کی تیاری کا تھا۔ اس لیے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تیمار داری کے لیے مدینہ طیبہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود جماعتِ صحابہ کے ساتھ جنگ بدر میں تشریف لے گئے۔ (اصابہ، کتاب النساء، ص: ۱۵۳)

یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ ہجرت کو ایک سال اور سات ماہ گزر چکے تھے کہ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال پرملال ہوگیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ عین اسی وقت جب کہ سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبر انور پر مٹی ڈالی جارہی تھی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح بدر کی خوش خبری لے کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر حضرت سیدہ رقیہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حال عرض کیا گیا تو رسول اکرم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کمال صبرو استقامت کا مظاہرہ فرمایا اور ارشاد فرمایا: **"الحقني بسلفنا عثمان بن مظعون۔"** (طبقات ابن سعد، ص: ۵۳۳)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پر وہاں موجود تمام عورتیں رونے لگیں، اتنے میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ گئے اور عورتوں کو دیکھ کر ڈانٹ ڈپٹ فرمانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''اے عمر! ان کو چھوڑ دو، کچھ نہ کہو، کیوں کہ جب رونے کا تعلق قلب اور آنکھ سے ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر مبنی ہوتا ہے اور اگر زبان سے ہو تو اسے شیطان کی تحریک سمجھنا چاہئے۔'' (اصابۃ، کتاب النساء، ص: ۱۵۲)

اولادوامجاد:-

حبشہ میں قیام کے دوران حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اطہر سے ایک صاحبزادے تولد ہوئے، ان کا اسم مبارک حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا اور ان ہی کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ''ابوعبداللہ'' تھی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابھی عمر شریف کے چھ برس ہی مکمل کیے تھے کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ مار دی، جس کی بنیاد پر تمام چہرۂ مبارکہ پر ورم آ گیا اور یہی صدمہ ان کی وفات کا سبب بنا۔ چناں چہ جمادی الاولیٰ ۴ ھ میں مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو لحد میں اتارا۔ ان کے علاوہ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں اور کوئی اولاد نہ ہوئی۔

(اسد الغابۃ، ص: ۱۰۶)

مناقب سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:-

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بھیجا، جب میں ان کے پاس حاضر ہوا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ تشریف فرما تھے

، وہ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی اس سے پہلے اتنا حسین جوڑا نہیں دیکھا تھا۔ پھر میں نے ایک نظر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک نظر حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رخ انور کی طرف کی مگر جب میں واپس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اندران کے پاس گئے تھے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**هَلْ رَأَيْتَ زَوْجاً أَحْسَنَ مِنْهُمَا؟ قُلْتُ لَا**۔'' کیا تو نے پہلے اس سے خوبصورت جوڑا کبھی دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی : نہیں۔ (المعجم الکبیر، جلد اول، ص:٦٧، رقم حدیث:١٩٧)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنْ اُزَوِّجَ كَرِيْمَتَيَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ**۔'' بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی نازل کی ہے کہ میں اپنی دونوں صاحبزادیوں کا نکاح حضرت عثمان سے کردوں۔ (المعجم الاوسط، جلد:٤، ص:٢٩٧: رقم حدیث:٣٥٢٥)

●●

سیرتِ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

تاریخ عالم میں مذہبی شخصیات کی سیرت وسوانح محفوظ رکھنے کا جو اہتمام مسلم مؤرخین نے کیا ہے اتنا کسی دوسرے مذہب کے متبعین نے نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کا ہر لمحہ تاریخ وسیر کے اوراق میں محفوظ ہے۔ آپ کا بچپن، آپ کا زمانۂ شباب، آپ کی ضعیف العمری، معاملات ومعمولات سب کچھ، حتی کہ آپ کے اولاد و اصحاب کی زندگیاں بھی صفحۂ تاریخ پر منقش ہیں۔ فن اسماء الرجال کی تدوین اور باضابطہ اس موضوع پر تحقیقی وتاریخی کتابیں ہمارے دعوے کا ثبوت ہیں۔ سر دست ہم نبی کون ومکاں علیہ التحیۃ والثناء کی بیٹی حضرت ام کلثوم کی سوانح پر گفتگو کرتے ہیں۔

اسم گرامی:-

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بنات اربعہ میں سے حضرت ام کلثوم تیسرے نمبر پر ہیں۔ آپ کی کنیت ام کلثوم ہے اور اسی نام سے مشہور ہوئیں۔

ولادت:-

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے ۶ر سال پہلے پیدا ہوئیں اور اس بارے میں علما کا اختلاف ہے کہ حضرت فاطمہ بڑی ہیں یا ام کلثوم ؟ مگر اکثر کا قول ہے کہ حضرت فاطمہ سب سے چھوٹی ہیں اور ام کلثوم تیسرے نمبر پر ہیں۔

بیعت:-

آپ اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آغوش تربیت میں اپنی بہنوں کے ساتھ پروان چڑھیں اور جب آیت کریمہ **"قل لازواجک وبناتک۔۔۔۔"** (احزاب-۱۲۲) نازل ہوئی تو اپنی والدہ کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر بیعت ہوئیں۔

ہجرت:-

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے حکم سے یارِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے مگر اہل وعیال ہجرت نہ کر سکے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر دو صحابہ ابو رافع اور زید بن حارثہ کو سواری دے کر مکۃ المکرمہ روانہ کیا، مزید یہ کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے راستے کے خرچ کے لیے انھیں پانچ سو درہم دیے۔

اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ ابن اریقط کو بھی دو اونٹ دے کر بھیجا اور اپنے بیٹے عبد الرحمن کو لکھ بھیجا کہ ان کے بھی اہل وعیال کو تیار کر کے ان کے ساتھ بھیج دیں۔ لہٰذا زید بن حارثہ اور ابو رافع مکہ مکرمہ پہنچ کر نبی کریم کے اہل وعیال کو تیار کر کے مدینہ طیبہ لے آئے۔ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل وعیال میں ام المؤمنین حضرت سودہ اور ام کلثوم و فاطمہ رضی اللہ عنہن موجود تھیں۔ شہزادی رسول حضرت زینب کو ان کے خاوند ابو العاص نے روک لیا تھا اور حضرت رقیہ اپنے شوہر حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی معیت میں ہجرت کا ارادہ رکھتی تھیں، بایں سبب دونوں شہزادی ہجرت میں حضرت ام کلثوم و حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے ساتھ جانے سے معذور رہیں۔

ہجرت کے اس واقعے سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(۱)۔جس طرح خلیفۂ صادق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں رہے یوں ہی آپ کے اہل وعیال بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت میں شریک رہے۔

(۲)۔حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دونوں بہنیں یعنی حضرت زینب و حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے ساتھ ہجرت میں شریک نہ رہیں بلکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ آپ نے ہجرت کا سفر مکمل کیا۔

(۳)۔نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل وعیال کی ہجرت کے اخراجات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھائے اور ثواب دارین سے فیض یاب ہوئے۔

نکاح:-

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اولاً اس وقت کے دستور کے مطابق ابولہب کے بیٹے عتبہ کے ساتھ اعلان نبوت سے پہلے ہی ہو چکا تھا، مگر ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا اور کچھ دنوں بعد سورۂ "**تبت یدا**" نازل ہوئی تو ابولہب سخت بدظن و برہم ہوا۔ اپنی بیوی کے ساتھ اپنے بیٹوں پر زور دیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کو طلاق دے دیں۔ اصابہ میں ہے:

''**قال ابو لهب رأسي بين رؤسكما حرام ان لم تطلقا ابنتي محمد و قالت لهما امهما حمالة الحطب ان رقية و ام كلثوم صبتا فطلقاها فطلقا قبل الدخول-**'' ابولہب نے کہا: میرا سر تمھارے درمیان حرام ہے اگر تم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی دونوں بیٹیوں کو طلاق نہ دو اور ان دونوں کی ماں نے ان سے لکڑیوں کا گٹھر اٹھا کر کہا کہ رقیہ اور ام کلثوم نے مذہب تبدیل کر دیا تو انھیں طلاق دے دو تو انھوں نے رخصتی سے پہلے طلاق دے دیا- (اصابہ ،جلد ۸-ص:۵۲۱)

ابن ابوخثیمہ نے بیان کیا ہے کہ جب عتیبہ نے حضرت ام کلثوم کو چھوڑ دیا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور گستاخی کی، وہ اس وقت ملک شام کے لیے نکل رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے بد دعا کی: "**اللهم سلط عليه كلبا من كلابك**-" ابو طالب اس وقت موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے انھیں شدید رنج ہوا کیوں کہ اس کے قبول ہونے کا انھیں پختہ یقین تھا۔ انھوں نے عتیبہ سے کہا کہ میرے بھتیجے کی بد دعا سے تجھے کون بے نیاز کرے گا؟، میرا بھتیجا مستجاب الدعوات ہے۔ عتیبہ تاجروں کے ساتھ ملک شام کے لیے نکلا یہاں تک تاجروں کا قافلہ ایک جگہ ٹھہرا۔ اس رات ایک شیر ان تاجروں کے اطراف گھومنے لگا۔ عتیبہ نے شیر کو دیکھا تو "**یا ویل امی**" پکارنے لگا اور کہا کہ یہ شیر مجھے کھا جانے والا ہے جیسا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مجھ پر بد دعا کی ہے۔ شیر نے لوگوں کے درمیان اس پر حملہ کر دیا اور اس کا سر پکڑ کر چبا ڈالا-

ایک دوسری روایت میں ہے کہ شیر آیا اور لوگوں کے منھ سونگھنے لگا، اس نے اپنی دم کو لہرایا

اور چھلانگ لگادی اور عتیبہ کو ایک ہی ضرب میں زخمی کردیا۔ عتیبہ نے کہا مجھے مار ڈالا اور اپنے کفر پر ہلاک ہوگیا۔ (مواہب لدنیہ، مترجم، جلد:۲، ص:۲۱۰)

اور یہ فرقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے تھی کیوں کہ ذات رب العزت کو یہ منظور نہیں تھا کہ یہ نیک طینت بیبیاں ناپاک لوگوں کی مصاحبت میں رہیں جب کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آسمانی دنیا ہی میں ان کا نکاح منعقد کرچکا تھا۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے: **"ماانا ازوج بناتی ولکن اللہ یزوجھن۔"** میں ازخود اپنی بیٹیوں کا نکاح نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کا رشتۂ نکاح متعین فرماتا ہے۔ (مستدرک لحاکم، جلد:۴، ص:۴۹)

یوں ہی دوسری حدیث میں ہے:

"عن ام عیاش وکانت امۃ لرقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مازوجت ام کلثوم من عثمان الا بوحی من السماء۔" حضرت ام عیاش جو حضرت رقیہ بنت رسول کی خادمہ تھیں، کہتی ہیں کہ رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ام کلثوم کا نکاح عثمان کے ساتھ وحی آسمانی ہی کے ذریعہ کیا۔ (اسد الغابہ، جلد:۵، ص:۶۱۳)

دوسری روایت میں ہے:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبریل فقال ان اللہ یامرک ان تزوج عثمان ام کلثوم علی مثل صداق رقبۃ وعلی مثل صحتھا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ عثمان کا نکاح ام کلثوم کے ساتھ رقیہ کے مہر کے برابر اور ان ہی کے رفاقت کے مثل پر کردیں۔

(اصابہ، جلد:۸، ص:۵۵۲)

لہٰذا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت رقیہ کی وفات کے بعد دوسری شہزادی حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان ابن عفان سے کردیا۔ جب کہ ان سے پہلے حضرت عمر نے

اپنی بیٹی حفصہ کے ساتھ حضرت عثمان کے نکاح کی خواہش ظاہر کی تھی، مگر عثمان ابن عفان نے معذرت ظاہر کر لی۔ حضرت عثمان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شرف دامادیت سے نکلنا نہیں چاہتے تھے۔ لہٰذا انھوں نے حضرت عمر کے معاملے کو نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں تسلی دی کہ حفصہ کا نکاح عثمان سے بہتر آدمی اور عثمان کا نکاح حفصہ سے بہتر عورت سے ہوگا۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دختر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا اور اسی بنیاد پر ان کو ''ذوالنورین'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ امام اہل سنت، مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

نور کی سرکار سے پایا دو شالا نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

اولاد:-

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور وہ اس وجہ سے کہ خدائے قدیر کو یہی منظور تھا۔ جس طرح حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت کوئی اولاد نہ رہی۔ اگرچہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے گھر بچے کی پیدائش ہوئی مگر وہ زیادہ دن دنیا میں موجود نہ رہا۔

وفات:-

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دو شہزادی حضرت زینب و رقیہ کا وصال ہو چکا تھا اور حضرت ام کلثوم کے نکاح کو ۶ر سال کا عرصہ گذر ا تھا۔ اس لیے کہ آپ کا نکاح ۳ھ میں ہوا تھا اور ۹ھ میں آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے کوچ فرما گئیں۔ **وتوفیت عندہ ایضا سنۃ تسع۔**'' (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، جلد: ۸، ص: ۵۲۱)

اور یہ بھی اتفاق ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی تینوں بیٹیوں کا وصال آپ کی ظاہری حیات ہی میں ہو چکا تھا۔ اس بنیاد پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گہرا قلبی صدمہ و اضطراب لاحق ہوا، مگر ایسا تو تمام انبیا کے ساتھ ہوا کہ انھیں دنیا میں سخت تکالیف و

مصائب کا سامنا کرنا پڑا لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تو سب سے زیادہ مصائب و آلام سے گذرنا پڑا۔

تجہیز و تکفین:۔

آپ کی تجہیز و تکفین میں کئی عورتیں شریک تھیں جس میں اسماء بنت عمیس کا نام نمایاں ہے:

''عن اسماء بنت عمیس قالت انا غسلت ام کلثوم و صفیة بنت عبد المطلب۔''

(اصابہ، جلد:۸، ص:۵۲۱)

ان کے علاوہ اور بھی عورتیں تھیں جو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی تجہیز و تکفین میں شریک تھیں۔ تاریخ میں جن عورتوں کا ذکر ہے ان کے اسما یہ ہیں: (۱)۔ام عطیہ (۲)۔ اسماء بنت عمیس (۳)۔لیلیٰ بنت قانف (۴)۔صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

تدفین:۔

آپ کی تجہیز و تکفین کے بعد نماز جنازہ آپ کے مشفق والد، کونین کے والی، نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھائی۔ آپ کی وفات سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو گہرا صدمہ پہنچا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے: **''عن انس بن مالک رأیت النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم علی قبرها فرأیت عینیه تدمعان۔''** حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر پر دیکھا میں نے ان کی دونوں آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ (اصابہ، جلد:۸، ص:۵۲۱)

یہی حدیث صحیح بخاری میں بایں طور مذکور ہے:

''عن انس بن مالک قال شهدنا بنتا لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم قال ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم جالس علی القبر قال فرأیت عینیه تدمعان قال فقال هل منکم رجل لم یقارف اللیلة فقال ابو طلحة انا فقال فانزل قال فنزل فی قبرها۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا ہم رسول اعظم کی شہزادی کے جنازہ میں شریک ہوئے جب کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر کے قریب بیٹھے

ہوئے تھے۔ میں نے آپ کی آنکھیں دیکھیں، وہ آنسو بہا رہی تھیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں کوئی ہے جس نے آج رات جماع نہ کیا ہو؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں ہوں تو آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قبر میں اترو۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ قبر میں اترے۔ (صحیح بخاری، جلد اول، ص ۱۷۱)

مذکورہ حدیث میں رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جس نے آج اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا ہے؟ اگر کوئی سوال کرے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کیا حکمت تھی؟ تو جواب یہ ہے کہ قبر میں اتر کر سیدہ کو لحد میں رکھنا تھا، اس لیے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ قبر میں ایسا شخص اترے جس نے عورت سے مخالطت نہ کی ہو، تاکہ اس کا نفس ساکن و مطمئن ہو۔

بعض کہتے ہیں کہ حضرت عثمان نے اس رات اپنی لونڈی سے مجامعت کی تھی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا کہ وہ مریضہ جو قریب الوصال تھی ان کا خیال نہ کرتے ہوئے لونڈی کے ساتھ مشغول ہوں۔ چنانچہ عتاب کے طور پر ان کی قبر میں اترنے سے منع کر دیا۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ سیدہ ام کلثوم لمبے عرصے تک بیمار رہیں اور حضرت عثمان کا گمان نہ تھا کہ وہ اسی رات فوت ہو جائیں گی۔ اس لیے انھوں نے اس رات اپنی لونڈی سے جماع کیا تھا۔ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ انھوں نے سیدہ کے انتقال کے بعد یا بوقت وفات جماع کیا ہو یا ان کو حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے انتقال کا علم تھا۔

(حاشیۂ صحیح بخاری، جلد اول، ص: ۱۷۱، ۱۷۰)

پھر آپ کو قبر میں اتارا گیا اور یہ نیک طینت حضرات آپ کو قبر میں اتارنے میں شریک تھے: حضرت علی، حضرت فضل، حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(اصابہ، جلد: ۸، ص: ۵۲۱)

اصحاب سیر کا تسامح:

بعض اصحاب سیر نے حضرت انس بن مالک سے مروی حدیث کو ام عطیہ کی حدیث پر منطبق کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ حضرت ام عطیہ، ام کلثوم کے غسل میں شریک تھیں اور حضور

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم عورتیں ان کو تین بار، پانچ بار یا سات بار غسل دو۔ حالاں کہ ام عطیہ سے مروی حدیث حضرت ام کلثوم کے متعلق نہیں، بلکہ حضرت زینب کے متعلق ہے۔ جیسا کہ امام مسلم نے کتاب الجنائز میں اسی حدیث کو بیان کیا ہے جو کہ **عاصم الاحول عن حفصة بنت سیرین عن ام عطیة** کی سند سے مروی ہے۔

(مسلم شریف، جلد اول، ص: ۳۰۵)

لہٰذا امام مسلم کی تصریح سے معلوم ہوا کہ ام عطیہ کی حدیث جو کہ میت کو غسل دینے کی تعداد سے متعلق ہے، اس سے مراد حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ اور حضرت انس ابن مالک سے جو حدیث مروی ہے اس سے مراد حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کی جدائی میں آنسو بہائے تھے۔

●●

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تاریخ اسلام کی انتہائی محترم ومقدس خاتون ہیں۔ ذیل میں ان کی حیات کے چند اہم گوشے پیش کیے جا رہے ہیں۔

نام ونسب:۔

فاطمہ بنت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب تھا۔

فاطمہ کی وجہ تسمیہ:۔

حضور سید العالمین ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا نام ''فاطمہ زہرا'' رکھا اور فاطمہ کا معنی ہے چھڑانے والی: ''**والفاطمة مشتقة من الفطم وهو القطع ای المنع۔**'' فاطمہ ''فطم'' سے مشتق ہے جس کا معنی ہے چھڑانا، روکنا، منع کرنا۔ عرب کے محاورے میں کہا جاتا ہے: "**فطمت المرأة الصبی**" عورت نے بچے کو دودھ چھڑا دیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ''فاطمہ'' اس لیے رکھا گیا کہ: ''**فاطمة احصنت فرجها فحرمها الله و ذریتها علی النار۔**'' سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پاک دامنی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ اور آپ کی اولاد پر آگ کو حرام کر دیا۔ (صواعق محرقۃ، ص: ۱۸۸)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**ان الله عز و جل قد فطمها و ذریتها عن النار۔**'' بے شک اللہ عز وجل نے فاطمہ اور ان کی اولاد کو جہنم سے دور کر دیا ہے۔

القاب:۔

ان کا لقب سیدہ زہرا، سیدۃ نساء العالمین، سیدۃ نساء اہل الجنۃ اور بتول تھا۔ بتول ان کا

لقب اس لیے تھا کہ آپ اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے فضیلت دین اور حسن و جمال میں جدا ہیں اور ماسوا اللہ سے بے نیاز ہیں۔ زہرا اس بنا پر کہ زہرت، بہجت اور جمال میں باکمال و بلند مرتبہ ہیں۔ زاکیہ اور راضیہ بھی آپ کا لقب ہے۔ (مدارج النبوۃ، جلد: ۲، ص: ۵۳۴)

ولادت:-

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تاریخ ولادت میں متعدد اقوال ہیں:

(۱)- علامہ ابن جوزی نے فرمایا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت اظہار نبوت سے پانچ سال پہلے ہے۔ صاحب مدارج النبوۃ نے فرمایا کہ یہی روایت مشہور تر ہے۔
(مدارج النبوۃ جلد ۲: ص ۵۳۴)

(۲)- امام ابوبکر نے فرمایا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش ولادت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اکتالیسویں سال میں ہوئی۔

(۳)- علامہ ابن اسحاق نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولادیں اظہار نبوت سے پہلے پیدا ہوئی، سوائے حضرت ابراہیم کے۔

(۴)- حضرت اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت اس وقت ہوئی جب کہ قریش کعبہ کی تعمیر کررہے تھے اور کعبہ کا تعمیر کرنا بعثت نبوی کے سات سال اور چھ مہینے پہلے ہوا۔

حلیہ:-

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حلیۂ مبارک جناب رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتا جلتا تھا۔ ترمذی شریف میں ہے:

''عن عائشۃ ام المؤمنین قالت ما رأیت احداً اشبہ سمتا و دلا و ھدیا برسول اللہ فی قیامھا و قعودھا من فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گفتگو، لب ولہجہ اور نشست و برخاست کا طریقہ بالکل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ تھا۔
(ترمذی کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل فاطمۃ، جلد ۲، ص:)

بخاری شریف میں ہے:

"لا واللّٰہ ما تخفیٰ مشیتھا من مشیۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم۔" اللہ کی قسم حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رفتار بھی بالکل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار تھی۔ (بخاری، کتاب الاستیذان، جلد دوم، رقم: ٦٢٨٥)

عادات واطوار:۔

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچپن ہی سے نہایت متین اور تنہائی پسند تھیں، نہ کبھی کسی کھیل کود میں حصہ لیا نہ گھر سے باہر قدم نکالا۔ ہمیشہ والدہ ماجدہ کے پاس بیٹھی رہتیں۔ ان سے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے ایسے سوالات پوچھتیں جن سے ان کی ذہانت وفطانت کا ثبوت ملتا ہے۔ انھیں دنیا کی نمود ونمائش سے سخت نفرت تھی۔

ایک دفعہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے کسی عزیز کی شادی تھی، انھوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے عمدہ کپڑے اور زیورات بنوائے۔ جب گھر سے چلنے کا وقت آیا تو سیدہ نے یہ قیمتی کپڑے اور زیور پہننے سے صاف انکار کر دیا اور سادہ حالت میں ہی محفل شادی میں شرکت فرمائی۔ گویا بچپن سے ہی ان کی حرکات وسکنات سے استغنا کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دیتی تھیں۔ ایک دفعہ جب وہ ان کو تعلیم دے رہی تھیں تو ننھی بچی نے پوچھا امی جان! اللہ تعالیٰ کی قدرتیں تو ہم ہر وقت دیکھتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ خود نظر نہیں آسکتا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میری بچی اگر ہم دنیا میں اچھے کام کریں گے اور خدا کے احکام پر عمل کریں گے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے مستحق ہوں گے اور یہی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ (الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، کتاب النساء، جلد: ٨، ص: ٢٩١)

جنت کی کلی:۔

ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میری بیٹی فاطمہ جب میرے بطن اطہر میں تھی تو ہر روز جنت کی خوشبو سونگھا کرتی تھی اور ایام حمل کے دوران دونوں میں یہ خوشبو آتی رہی پھر وہ جنت کی سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا میری آغوش میں آگئی۔ امام

نعت گویاں امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

کیا بات رضاؔ اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی کے سرِ انور کو سونگھا کرتے تھے کیوں کہ وہاں سے جنت کی خوشبو آتی تھی۔ اسی لیے آپ کو زہرا کہا جاتا ہے۔

مہک فردوس کی مکہ کی گلیوں میں چلی آئی
جب آغوش مادر میں وہ جنت کی کلی چلی آئی

بعثت نبوی کے دسویں برس جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے وفات پائی تو سیدہ فاطمہ پر کوہِ غم ٹوٹ پڑا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ کی تربیت اور نگہ داشت کے خیال سے حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارک یکسر تبلیغ حق کے لیے وقف تھی۔ لیکن جب بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرصت ملتی تو آپ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لاتے، انھیں دلاسہ دیتے اور نہایت قیمتی نصائح سے نوازتے۔

رشتۂ نکاح:-

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشہور روایت کے مطابق جب ۱۸ر سال اور ایک روایت کے مطابق پندرہ سال ساڑھے پانچ مہینے کی ہوئیں تو ذی الحجہ ۲ر ہجری میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ان کا نکاح فرمادیا- اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

روایتیں بتاتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیغام دیا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے علت بیان کرتے ہوئے فرمایا میں ان کے نکاح میں وحی کا انتظار کررہا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیغام دیا، ان کو بھی اسی طرح کا جواب مرحمت فرمایا۔ پھر ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترغیب دی۔ روضۃ الاحباب میں کہا گیا ہے کہ صحابہ نے ان سے

کہا کہ آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اہل اور خواص میں سے ہیں، آپ جا کر ان کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام دیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں شرم رکھتا ہوں اور فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پیغام رد فرمایا تو میرا پیغام کیوں قبول فرمائیں گے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: آپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بہت زیادہ مقرب اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے صاحبزادے اور جناب ابوطالب کے فرزند ہیں۔ جاؤ اور شرم نہ کرو۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کو سلام عرض کیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہوئے فرمایا: اے ابوطالب کے فرزند! کیا بات ہے؟ ہمارے پاس کیسے آنا ہوا؟ عرض کیا: اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پیغام اپنے لیے پیش کروں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مرحباً واہلاً فرمایا اور اس سے زیادہ کچھ نہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اس وقت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وہ کیفیت طاری تھی جو نزول وحی کے وقت طاری ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس میں مستغرق ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد جب وہ کیفیت دور ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے حال میں آئے تو فرمایا اے انس! رب العرش کے پاس سے میرے حضور جبرئیل آئے اور کہا حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ فاطمہ کا نکاح علی کے ساتھ کر دو۔ تو اے انس جاؤ ابوبکر، عمر، عثمان، طلحہ، زبیر اور جماعت انصار کو بلا لاؤ۔ جب یہ سب حاضر ہو گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بلیغ خطبہ پڑھا۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور نکاح کی ترغیب دی۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر مہر عقد باندھا اور فرمایا اے علی! تم قبول کرتے اور راضی ہو؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں نے قبول کیا اور میں راضی ہوں۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ایک طباق کھجوروں کا لیا اور جماعت صحابہ پر بکھیر کر لٹایا۔ اسی بنا پر فقہا کی ایک جماعت کہتی ہے کہ شکر و بادام وغیرہ کا لٹانا عقد نکاح کی ضیافت میں مستحب ہے۔

(مدارج النبوۃ، جلد: ۲، ص: ۱۰۸)

"البدایہ والنہایہ" میں ہے:

''عن ابن نجیح عن ابیه سمع رجل علی المنبر الکوفة یقول اردت ان اخطب الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ابنته ثم ذکرت ان لا شیء لی ثم ذکرت عائدته وصلته فخطبتها، فقال! هل عندک شیء؟ قلت: لا، قال فاین درعک الحطمیة التی اعطیتک یوم کذا وکذا؟ قلت! عندی، قال فاعطها فاعطیتها فزوجنی فلما کان لیلة دخلت علیها قال لا تحدثا شیئا حتی آتیکما، قال فاتانا وعلینا قطیفة او کساء فتحثثنا فقال مکانکما، ثم دعا بقدح من ماء فدعا فیه ثم رشه علی وعلیها۔"

حضرت ابن نجیح اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علی کو کوفہ میں منبر پر کہتے ہوئے سنا، میں نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ان کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجوں۔ تبھی مجھے یاد آیا کہ میرے پاس کچھ ایسی چیز ہے ہی نہیں جس کے بدلے میں حضرت فاطمہ سے نکاح کروں۔ پھر مجھے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صلہ رحمی اور ان کے احسانات یاد آ گئے۔ چناں چہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس پیغام نکاح بھیجا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو جو حطمی زرہ دی تھی وہ کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہی لاؤ، میں نے وہ زرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دے دی۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میری شادی کر دی۔ جس رات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں کچھ بات نہ کرو یہاں تک میں تمھارے پاس آ جاؤں۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور ہمارے اوپر چھڑکا۔

(البدایۃ والنھایۃ، جلد: ۷، ص: ۳۴۲)

ان کے مہر میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کا مہر ایک چادر تھی۔ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ۴۸۰ درہم مہر پر شادی کی۔ (حاشیۂ بخاری جلد: ۱، ص: ۵۳۲)

معجم کبیر طبرانی میں ہے:

''قال: وما عندک؟ قلت: فرسی و بدنی یعنی درعی قال اما فرسک فلا لک منہ واما درعک فبھا، فبعتھا باربع مائۃ وثمانین۔''

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے پاس کیا ہے؟ میں نے عرض کیا میرے پاس گھوڑا اور چادر ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارے لیے گھوڑے میں سے کچھ نہیں لینا ہے۔ رہی بات چادر کی تو اسے بیچ دو۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے ۴۸۰ درہم میں وہ چادر بیچ دی۔ (معجم الکبیر، جلد: ۱۲، ص: ۵۹)

سیدہ کا آسمانوں پر نکاح:-

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد نبوی میں ہی تھے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ارشاد فرمایا:

''ھذا جبریل یخبرنی ان اللہ زوجک فاطمۃ واستشھد علی تزویجھا اربعین الف ملک۔'' یہ جبریل ہیں مجھے خبر دیتے ہیں کہ اے علی! بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرا نکاح سیدہ فاطمہ سے کر دیا اور اس نکاح پر چالیس ہزار فرشتے گواہ ہیں۔

(معارج النبوۃ، جلد سوم، ص: ۳۳)

حضرت فاطمہ کا جہیز:-

شہنشاہ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدۂ عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جو جہیز دیا وہ بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، دو مٹی کے گھڑے، ایک مشک اور دو چکیاں، اور یہ عجیب اتفاق کہ یہی دو چیزیں عمر بھر ان کی رفیق

رہیں۔

امور خانہ داری:۔

مدارج النبوۃ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے امور خانہ داری کو اس طرح مقرر فرمایا کہ گھر کے کام مثلاً روٹی پکانا، جھاڑو دینا، چکی پیسنا وغیرہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا انجام دیں اور باہر کے کام مثلاً اونٹ کو پانی چارہ دینا اور بازار سے سودا وغیرہ خرید کر لانا یہ حضرت علی مرتضیٰ یا ان کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کریں۔

مروی ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا خود آگ کے سامنے بیٹھ کر روٹی پکاتیں، گھر میں جھاڑو دیتیں اور چکی پیستی تھیں، جس سے ان کا رنگ مبارک متغیر ہو گیا تھا اور ہاتھوں میں ٹھیٹ پڑ گئے تھے اور ان کے کپڑے گرد آلود ہو گئے تھے۔ ایک مرتبہ کسی خادمہ کی طلب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمھیں ایسی چیز بتاتا ہوں جو خادم سے بہتر ہے۔ جب تم سونے کا ارادہ کرو تو ۳۳ر بار سبحان اللہ، ۳۳ر بار الحمدللہ، ۳۴ر بار اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے صفین کی رات کے سوا کبھی بھی اس وِرد کو نہ چھوڑا۔ (مدارج النبوۃ، جلد: ص: ۱۳۰)

ہجرت:۔

پہلی سن ہجری میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابورافع رضی اللہ عنہ کو جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے غلام تھے، مکہ مکرمہ میں پانچ سو درہم اور دو اونٹوں کے ساتھ روانہ کیا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ام المؤمنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی والدہ اور ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو لے کر آئیں۔ (مدارج النبوۃ، جلد: ۲، ص: ۹۹)

آیہ تطہیر:۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف فرماتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بدن اقدس پر اونی چادر شریف تھی۔

حسن بن علی آئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی چادر شریف میں لے لیا۔ ان کے بعد حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آئے ان کو بھی چادر شریف میں لے لیا اور ان کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے ان کو بھی اپنی چادر شریف میں لے لیا۔ اس وقت یہ آیت کریمہ پڑھی: ''**اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَ کُمْ تَطْھِیْرًا**۔'' بلا شک وشبہہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے ناپاکی کو دور فرمائے اور تمھیں خوب پاک وستھرا بنائے۔ (مدارج النبوۃ، جلد:۲، ص:۵۴۳)

صبر و رضا:-

سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خانگی زندگی یہ تھی کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے، مشک میں پانی بھر بھر کر لانے سے سینے پر گھٹے پڑ گئے تھے، گھر میں جھاڑو دینے سے کپڑے میلے ہو جاتے تھے، چولہے کے پاس بیٹھنے سے کپڑے دھوئیں سے سیاہ ہو جاتے تھے۔ لیکن باجود اس کے ایک بار جب انھوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے گھر کے کاموں کے لیے ایک لونڈی مانگی اور ہاتھ کے چھالے دکھائے تو ارشاد ہوا کہ اے میری بیٹی! بدر کے یتیم تم سے پہلے اس کے مستحق ہیں۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے، دیکھا کہ انھوں نے ناداری سے اس قدر چھوٹا دوپٹہ اوڑھا ہے کہ سر ڈھانکتی ہیں تو پاؤں کھل جاتے ہیں اور پاؤں چھپاتی ہیں تو سر برہنہ رہ جاتا ہے۔

صرف یہی نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خود ان کو آرائش یا زیب وزینت کی کوئی چیز نہیں دیتے تھے بلکہ اس قسم کی جو چیزیں ان کو دوسرے ذرائع سے ملتی تھیں، ان کو بھی ناپسند فرماتے تھے۔ چناں چہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو سونے کا ہار دیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ کیوں فاطمہ، کیا لوگوں سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی آگ کا ہار پہنتی ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کو فوراً بیچ کر اس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ سے تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا نے بہ طور خیر مقدم گھر کے دروازے پر پردے لگائے اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو چاندی کے کنگن پہنائے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حسب معمول حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں آئے تو اس دنیوی ساز و سامان کو دیکھ کر واپس آ گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی کا حال معلوم ہوا تو پردہ چاک کر دیا اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن نکال ڈالے۔ بچے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے آئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں، میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ان زَخَارِف (زینت کے سامان) سے آلودہ ہوں۔ اس کے بدلے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ایک عصیب کا ہار اور ہاتھی کا دانت خرید کر لانے کا حکم دیا۔

(یہ تمام واقعات ابوداؤد شریف میں مذکور ہیں)

شرم وحیا:۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حد درجہ حیادار تھیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو طلب فرمایا تو وہ شرم سے لڑکھڑاتی ہوئی آئیں۔ اپنے جنازے پر پردہ کرنے کی جو وصیت کی تھی وہ بھی اسی بنا پر تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہایت محبت کرتی تھیں۔ جب وہ چھوٹی عمر کی تھیں اور آپ مکہ معظّمہ میں مقیم تھے تو عقبہ بن ابی معیط نے نماز پڑھنے کی حالت میں ایک مرتبہ آپ کی گردن پر اونٹ کی اوجھڑی لا کر ڈال دی تھی۔ قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔ کسی نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خبر کی ، وہ اگرچہ اس وقت صرف ۵-۶ برس کی تھیں لیکن جوش محبت سے دوڑی آئیں اور اوجھڑی ہٹا کر عقبہ کو برا بھلا کہا اور بددعائیں دیں۔ (صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، جلد اول، ص: ۴۷)

مجدد اعظم امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں:

سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

پیر نصیر الدین گولڑوی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں اس طرح نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں:

کیوں کر نہ ہو معیارِ سخا حضرت زہرا
ہیں دخترِ محبوب خدا حضرت زہرا
ہیں نورِ محمد بخدا حضرت زہرا
محشر میں ہیں رحمت کی گھٹا حضرت زہرا
مادر ہیں وہ زینب کی، حسین اور حسن کی
ہیں آل محمد کی رِدا حضرت زہرا
اوصاف حمیدہ میں وہ ممتاز ہیں سب سے
ہیں جملہ خواتیں سے جدا حضرت زہرا
دیتا ہے وجودِ حسنین اس کی شہادت
ہر لمحہ تھیں راضی بہ رضا حضرت زہرا
اب تو ہے نصیرؔ ان سے عقیدت کا یہ عالم
ہر حال میں ہے وِردِ مرا حضرت زہرا

فضل وکمال:-

خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مناقب بے شمار ہیں، چند کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(ا)-حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب ترین اولاد تھیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**فاطمة بضعة منی فمن اغضبها فقد اغضبنی**۔'' فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جو اس کو ناراض کرے گا وہ مجھ کو ناراض کرے گا۔(صحیح بخاری، کتاب الفضائل، باب مناقب فاطمہ جلد:۱،ص:۵۳۲)

حاشیے میں یہ بات بھی درج ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے تو اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت فاطمہ تمام عورتوں سے افضل

ہیں۔ اس لیے کہ حضور کے جگر کے ٹکڑے سے افضل کوئی نہیں۔

(حاشیہ بخاری، جلد:۱،ص: ۵۳۲)

(۲)۔ابو جہل کی ایک لڑکی کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکاح کا پیغام بھیجا تھا۔ بارگاہ نبوت میں اطلاع ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا: ''**ان بنی هشام بن المغيرة استاذنونی فی ان ينكحوا ابنتهم علی بن ابی طالب فلا آذن ثم لا آذن ثم لا آذن الا ان يريد ابن ابی طالب ان يطلق ابنتی و ينكح ابنتهم فانما هی بضعة منی يريبنی مارابها ويؤذينی ما أذاها**۔''

آل ہشام علی بن ابی طالب سے اپنی بیٹی کا عقد کرنا چاہتی ہے اور مجھ سے اجازت مانگتی لیکن میں اجازت نہ دوں گا اور کبھی نہ دوں گا۔ البتہ ابن ابی طالب میری بیٹی کو طلاق دے کر ان کی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جس نے اس کو اذیت دی مجھ کو اذیت دی۔ (ترمذی کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

سنن ابوداؤد کی روایت ہے:

''**ان فاطمة منی و انا اتخوف ان تفتن فی دينها ثم ذكر صهرا من بنی عبد شمس فاثنی عليه فی مصاهرته اياه قال حدثنی فصدقنی و وعدنی فوفی لی و انی لست احرم حلالا و لا احل حراما و لكن الله لا تجتمع بنت رسول الله و بنت عدو الله ابداً**۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس کے دین میں فساد نہ آجائے۔ (یعنی جب موت آئے اور تقاضاے بشریت سے مجبور ہو کر کوئی ناراضی والا کام نہ سرزد ہو جائے) پھر آپ نے اپنے دوسرے داماد کا حال بیان کیا جو بنی عبد شمس میں سے تھا (یعنی حضرت عثمان بن عفان)، آپ نے ان کی خوب تعریف کی اور فرمایا: اس نے جو بات مجھ سے کہی، سچ کہی اور جو وعدہ کیا پورا کیا، اور میں حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ ہی حرام کو حلال کرتا ہوں، (یعنی میں یہ نہیں کہتا کہ دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اللہ نے چار عورتیں حلال کی ہیں) لیکن قسم خدا کی! یہ نہیں ہوگا کہ رسول کی بیٹی اور خدا کے دشمن کی بیٹی ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ (یعنی ابو جہل دشمن خدا کی بیٹی بھی فاطمہ کے ساتھ رہے جو رسول اللہ کی بیٹی ہے۔)

(سنن ابوداؤد، کتاب النکاح، ص:۱۳۱)

اس کا اثر یہ ہوا کہ جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسری شادی نہیں کی۔

(۳)۔حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شمار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان چند مقدس خواتین میں فرمایا ہے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ قرار پائی ہیں۔جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے:

''کفاک من نساء العالمین مریم بنت عمران و خدیجة بنت خویلد و فاطمة بنت محمد و آسیة امرأة فرعون۔'' تمھاری تقلید کے لیے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن کافی ہیں۔

(سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ص:۲۲۸)

(۴)۔**عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت دعا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاطمة فی شکواہ التی قبض فیہا فسارها بشیء فبکت ثم دعاها فسارها فضحکت قالت فسألتها عن ذلک فقالت سارنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاخبرنی انه یقبض فی وجعه الذی توفی فیه فبکیت ثم سارلی فاخبرنی انی اول اهل بیته اتبعه فضحکت۔''**

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مہلک مرض میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بلایا اور ان کے کان میں کچھ بات کہی جس کی وجہ سے وہ رونے لگیں پھر ان کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلایا اور ان کے کان میں کچھ کہا جس سے وہ ہنسنے لگیں۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ مجھ سے یہ فرمایا کہ میں اس بیماری کی وجہ سے پردہ کر جاؤں گا تو میں رونے لگی اور دوسری مرتبہ فرمایا کہ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی تو میں ہنسنے لگی۔

(بخاری شریف، جلد:۱،ص:۵۳۲)

(۵)-''**عن ابی بریدۃ عن ابیہ قال: کان احب النساء الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فاطمۃ ومن الرجال علیؓ**-''حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور مردوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ-(جامع ترمذی، جلد:۲،ص:۲۲۷)

(۶)-''**عن زید بن ارقم ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لعلیؓ و فاطمۃ والحسن والحسین انا حرب لمن حاربتم وسلم لمن سالمتم**-''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا کہ میں اس سے جنگ کروں گا جو تم سے جنگ کرے گا اور میں اس کا محافظ ہوں گا جو تمھاری حفاظت کرے گا-(جامع ترمذی ،جلد:۲،ص:۲۲۷)

(۷)-''**عن عائشۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا ام المؤمنین قالت ما رأیت احداً اشبہ سمنا ودلا وھدیا برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم فیہ قیامھا وقعودھا من فاطمۃ بنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم**-''

(جامع ترمذی، جلد:۲،ص:۲۲۷)

(۸)-''**عن علی قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم لفاطمۃ ان اللّٰہ یغضب لغضبک ویرضی لرضاک**-''حضرت علی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمھارے ناراض ہونے سے ناراض ہوتا ہے اور تمھارے خوش ہونے سے خوش ہوتا ہے-

(معجم الکبیر، جلد:۱۲،ص:۴۰۱)

(۹)-''**عن انس بن مالک ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یمر ببیت فاطمۃ ستۃ اشھر اذا خرج الی الصلوٰۃ الصبح ویقول : الصلوٰۃ۔یرید اللّٰہ**

لیذھب عنکم الرجس اھل بیت ویطھر کم تطھیراً۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلسل چھ مہینے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر سے گزرے جب صبح کی نماز پڑھنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے، اے اہل بیت! اللہ تبارک وتعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور فرمادے اور تمھیں خوب پاک کردے۔

(معجم الکبیر، جلد: ۱۲، ص: ۴۰۲)

(۱۰)۔ **"عن حذیفۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ھٰذا ملک من الملائکۃ استأذن ربہ یسلم علی ولیزورنی لم یھبط الی الارض قبلھا وبشرنی ان حسنا وحسینا سیدا شباب اھل الجنۃ وامھما سیدۃ نساء اھل الجنۃ۔"**

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں میں ایک فرشتے نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ وہ مجھ پر سلامتی بھیجے اور میری زیارت کرے اور وہ ایسا فرشتہ تھا جو اس سے پہلے زمین پر کبھی نہیں آیا۔ اس نے مجھے خوش خبری دی کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور ان دونوں کی ماں جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔ (معجم الکبیر، جلد: ۱۲، ص: ۴۰۳)

اولاد کرام:۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں پانچ اولادیں ہوئیں:

(۱)۔امام حسن (۲)۔امام حسین (۳)۔حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۴)۔حضرت ام کلثوم (۵)۔اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حضرت محسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت زینب وام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما، اہم واقعات کے لحاظ سے تاریخ میں مشہور ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیوں میں صرف حضرت فاطمہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نسل باقی رہی۔ (زرقانی، جلد: ۳، ص: ۲۳۱) (مزید تفصیلات صحیح بخاری جلد ۲: ص ۵۷۱ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔)

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تفصیلی احوال تاریخ وتذکرے کی مستند کتابوں میں موجود ہیں، اس موضوع پر مستقل تصانیف ملتی ہیں، البتہ ان کے علاوہ دیگر بھائی، بہنوں کے حالات زندگی پر تفصیلی معلومات بہت کم نظر آتی ہیں اس لیے ہم یہاں انھی پر گفتگو مرکوز رکھتے ہیں، صرف ایک حوالہ پیش ہے:

حسنین کریمین سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبتیں:-

امام احمد، ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی، وہ بیان فرماتے ہیں:

"کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یخطبنا وجاء الحسن والحسین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما علیہما قمیصان احمران یمشیان ویعثران فنزل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم من المنبر فحملہما فوضعہما بین یدیہ ثم قال: صدق اللّٰہ ورسولہ(اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ)"نظرت الی ہذین الصبیین یمشیان ویعثران فلم اصبر حتی قطعت حدیثی ورفعتہما-"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیں خطبہ دے رہے تھے، اتنے میں حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سرخ قمیصیں پہنے لڑکھڑاتے ہوئے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور ان دونوں کو اٹھایا اور اپنے آگے بٹھالیا پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ کہا ہے: ("تمھارے مال اور تمھاری اولاد تو محض ایک آزمائش ہیں-") میں نے ان دو بچوں کو دیکھا کہ وہ ڈگمگاتے ہوئے آرہے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے اپنے سلسلۂ کلام کو منقطع کیا اور ان دونوں کو اٹھایا- (جامع ترمذی، ابواب المناقب، رقم الحدیث: ۴۰۲۷)

امام بن حبان اور امام حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے بیان کیا: **"عق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم عن حسن وحسین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما یوم السابع وسماہما-"** ولادت کے ساتویں دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف سے عقیقہ کیا اور ان دونوں کے نام

رکھے۔(**المستدرک علی الصحیحین**، جلد: ۴، ص: ۲۳۷)

حسن وحسین ومحسن کی ولادت:۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انھوں نے بیان کیا کہ جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: "**ارونی ابنی، ماسمیتموہ؟**" مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: "**سمیتہ حربا**" میں نے اس کا نام "حرب" رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "**بل ھو حسن**" بلکہ وہ تو حسن ہے۔ پھر جب حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "**ارونی ابنی ماسمیتموہ**؟" مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: "**سمیتہ حربا**" میں نے اس کا نام "حرب" رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "**بل ھو حسین**" بلکہ وہ تو حسین ہے۔ جب میرے یہاں تیسرا بیٹا پیدا ہوا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: "**ارونی ابنی ماسمیتموہ؟**" مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ میں نے عرض کیا: "حرب"۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "**بل ھو محسن**" بلکہ وہ تو محسن ہے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "**سمیتھم باسماء ولدھارون علیہ السلام شبر وشبیر ومشبر**" میں نے ان کے نام ہارون علیہ السلام کے بیٹوں شبر، شبیر اور مشبر کے ناموں پر رکھے۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ص: ۶۵، جلد: ۵)

تینوں فرزندوں کا وصال:۔

حضرت محسن کا وصال بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مدینہ طیبہ میں ۵ ربیع الاول شریف ۴۹ھ میں ہوا۔ اور شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میدان کربلا میں ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ/ مطابق ۶۸۰ء بروز جمعہ مبارکہ ہوئی۔

حضرت زینب بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:۔

حضرت زینب حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بڑی بیٹی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نواسی ہیں۔ جمادی الاول ۶ ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئیں، یہ پاک ہستی جسے "ثانی

زہرا'' کہا جاتا ہے، واقعہ کربلا کی سب سے نمایاں خاتون تھیں۔ تاریخی کتابوں میں آپ کے ذکر شدہ القاب کی تعداد ۶۱ رہے۔ ان میں سے کچھ مشہور القاب یہ ہیں:

''عالمہ غیر معلمہ، نائب الزہرا، عقیلہ بنی ہاشم، نائب الحسین، صدیقہ صغریٰ، محدثہ، زاہدہ، فاضلہ، شریکۃ الحسین، راضیۃ بالقدر والقضاء''۔

جلیل الشان نسب:-

محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نانا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد نانی، زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہن خالا، قاسم، عبداللہ اور ابراہیم رضی اللہ عنہم ماموں، اور حسن و حسین و محسن و ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی بہن ہیں۔

تعلیم و تربیت:-

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے بھائیوں سرداران جوانان جنت حسنین شریفین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح نانا جان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آغوش میں تعلیم و تربیت پائی -آپ سات سال کی تھیں کہ نانا جان اس جہان فانی سے پردہ فرما گئے اور اس کے تقریباً چھ ماہ بعد والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی داغِ مفارقت دے گئیں۔

نکاح:-

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان کے یہاں پانچ اولادیں ہوئیں۔ جن میں حضرت عون و محمد رضی اللہ عنہما میدان کربلا میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ شہید ہوئے۔

حضرت زینب کا احسان:-

واقعۂ کربلا اور اس کے بعد آپ کا کردار بہت اہم ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ آج اگر دنیا اس معرکہ حق و باطل سے آگاہ و آشنا ہے تو وہ حضرت زینب بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے سبب ممکن ہوا۔ کیوں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے جانثاروں کی ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری کو کربلا میں شہادت کے بعد یزیدی فوج نے اہل بیت اطہار کے خیموں

کو آگ لگا دی اور رسول زادیوں کی چادریں چھین لیں اور انھیں بچوں سمیت قیدی بنا کر گورنر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیا۔ کوفہ سے ابن زیاد نے حضرت امام حسین کا سرِ مبارک اور قافلہ اہل بیت کو دمشق بھجوایا۔ اہل بیت کا یہ لٹا پٹا قافلہ دمشق لے جایا گیا تو یزید نے بھی دربار میں جگر گوشہ فاطمۃ الزہرا امام حسین رضی اللہ عنہ کے چہرہ و سر مبارک کو چھڑی سے چھیڑا اور فخر کا اظہار کیا۔ جس پر بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت علی ابن ابی طالب کے لہجے میں وہ تاریخ ساز خطبہ دیا جو رہتی دنیا تک نہ صرف اموی خلافت کی اسلام و اہل بیت سے دشمنی سے پردہ چاک کر گیا بلکہ آئندہ نسلوں کو پیغام حریت دے گیا، جس پر آج بھی غیور امت مسلمہ قائم ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لوگوں کو سچائی سے آگاہ کیا۔ آپ کے خطبے کے سبب ایک انقلاب برپا ہو گیا۔ حضرت زینب بنت علی اپنے بھائی امام حسین کی شہادت کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد ۱۵ ؍ رجب المرجب ۶۲ ؍ ہجری کو دوسرے سفر شام کے دوران درجۂ شہادت پر فائز ہوئیں۔ آپ کا روضہ اقدس شام کے دار الحکومت دمشق میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری خواتین کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سیرت اور ان کے جذبۂ صبر و رضا کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

ام کلثوم بنت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا:-

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولادِ اناث میں حضرت ام کلثوم دوسرے نمبر پر ہیں۔ آپ کی ولادت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں ہی ہوئی۔ **قال ابن عمر ولدت قبل وفاۃ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم**۔ ابن عمر نے کہا کہ ام کلثوم بنت علی کی ولادت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری وفات سے پہلے ہوئی۔

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، جلد: ۸، ص: ۵۲۶)

اسی سال سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ان کی بیٹی ام کلثوم کے لیے پیغام نکاح بھیجا۔ یاد رہے کہ یہ ام کلثوم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لختِ جگر ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ام کلثوم ابھی عمر میں چھوٹی ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں

یہ رشتہ صرف اس لیے طلب کرر ہا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ روزِ قیامت تمام نسب اور سبب منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے تعلق اور سسرالی رشتہ کے۔ اب میری یہ خواہش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق اور سسرالی رشتہ ہو۔ اس پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ دس ہزار دینار حق مہر کے عوض اپنی صاحبزادی کی شادی کردی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت ام کلثوم کا نکاح عون بن جعفر سے ہوا۔ (اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، جلد: ۷، ص: ۳۷۳)

ثعلبہ بن ابی مالک نے کہا کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ کی خواتین کو چادریں تقسیم فرمائیں تو ان میں سے ایک بہترین چادر باقی رہ گئی۔ بعض حاضرین میں سے کسی نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ چادر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی جو آپ کے نکاح میں ہیں، ان کو عطا کر دیں، ان کی مراد ام کلثوم بنت علی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ام سلیط اس چادر کی ان سے زیادہ مستحق ہیں۔ ام سلیط انصاری خواتین میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کی تھی۔ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ام سلیط احد کے دن ہمارے لیے مشکیں بھر بھر کر لاتیں تھیں۔

(صحیح بخاری، جلد: ۲، ص: ۵۸۲، باب ذکر ام سلیط)

ام کلثوم بنت علی کی وفات:-

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی اولاد حضرت زید کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا۔ حضرت زید ایک جنگ میں زخمی ہو گئے تھے، جو بنی عدی کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی عدی کے درمیان صلح کرانے نکلے تو ایک نامراد شخص نے رات کی تاریکی میں آپ کو زخمی کر دیا۔ اس کے بعد آپ کچھ روز باحیات رہے پھر حضرت زید اور ان کی والدہ حضرت ام کلثوم کی وفات ہوگئی۔ ان دونوں کی نماز جنازہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے پڑھائی اور انھیں دفن کیا۔

حضرت فاطمہ زہرا کا وصال:-

سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے تعلق سے امام طبرانی

نے اپنی معجم میں درج ذیل روایت درج کی ہے:

''**عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: توفیت فاطمة بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بستة اشهر و دفنها علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنه۔**'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے چھ مہینے بعد انتقال کر گئیں اور ان کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات میں دفن کیا۔ (معجم الکبیر، جلد:۱۲،ص:۳۹۸)

معجم کبیر میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال ہوا تو اس وقت ان کی عمر مبارک ستائیس سال تھی۔ ایک دوسری روایت یہ ہے:

''**عن محمد بن اسحاق قال: توفیت فاطمة وهی بنت ثمان و عشرین و کان مولدها و قریش تبنی الکعبة و بنت قریش الکعبة قبل مبعث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بسبع سنین و سنة الشهر و توفیت سنة احد عشرة من الهجرة۔**'' محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جب انتقال ہوا تو اس وقت ان کی عمر اٹھائیس سال تھی، ان کی ولادت اس وقت ہوئی جب قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور قریش کا کعبہ بنانا یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعثت سے سات سال اور چھ مہینے پہلے تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال گیارہ ہجری میں ہوا۔ (معجم الکبیر، جلد:۱۲،ص:۴۰۰)

مدارج النبوۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے یہ تفصیل بیان فرمائی ہے:

''حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال سہ شنبہ تیسری ماہ رمضان ۱۱ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے چھ مہینے بعد ہوا۔ یہی قول مشہور و صحیح ہے اور بقیع شریف میں رات میں مدفون ہوئیں۔ ان کی نماز جنازہ ایک قول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ایک قول کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ کہتے ہیں کہ دوسرے دن حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شکایت کی کہ ہمیں کیوں نہ خبر کی؟ ہم بھی نماز کا شرف پاتے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عذر کے انداز میں جواب دیا کہ میں نے فاطمہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وصیت کی بنا پر ایسا کیا کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو رات میں دفن کرنا، تا کہ غیر محرموں کی آنکھیں میرے جنازے پر نہ پڑیں۔ لوگوں میں یہی مشہور ہے مگر روضۃ الاحباب اور دیگر روایتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور ان کی جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان بن عفان و عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آئے۔'' (مدارج النبوۃ، جلد اول، ص: ۵۴۶)

●●

کتابیات:

(۱)-القرآن الکریم
(۲)-صحیح البخاری، محمد بن اسمٰعیل بخاری، مجلس برکات، مبارک پور
(۳)-صحیح مسلم، مسلم بن حجاج قشیری، مجلس برکات، مبارک پور
(۴)-جامع الترمذی، محمد بن عیسیٰ ترمذی، مجلس برکات، مبارک پور
(۵)-سنن ابی داوٗد، سلیمان بن اشعث، رضا اکیڈمی، ممبئی
(۶)-مستدرک حاکم، محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، بیروت، لبنان
(۷)-معجم کبیر، سلیمان بن احمد طبرانی، دارالتراث العربی
(۸)-معجم اوسط، سلیمان بن احمد طبرانی، دارالتراث العربی
(۹)-البدایہ والنہایہ، حافظ ابن کثیر، بیروت، لبنان
(۱۰)-المواہب الدنیہ، مترجم، ابوبکر خطیب قسطلانی/عبدالستار طاہر، دہلی
(۱۱)-الخصائص الکبریٰ، امام جلال الدین سیوطی، المکتبۃ الشریٰ
(۱۲)-طبقات ابن سعد، ابوعبداللہ محمد بن سعد بصری،
(۱۳)-الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، احمد بن علی بن حجر عسقلانی، مکتبہ توفیقیہ، قاہرہ
(۱۴)-اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، ابن الاثیر علی بن محمد جزری، مکتبہ توفیقیہ، قاہرہ
(۱۵)-مدارج النبوۃ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، طبع دہلی
(۱۶)-نزہۃ القاری شرح بخاری، مفتی محمد شریف الحق امجدی، گھوسی مئو
(۱۷)-تفہیم البخاری، علامہ غلام رسول رضوی، برکات رضا، گجرات

●●

سوانحی نظمیں

از:۔حضرت مولانا سیداولادرسول قدسیؔ، نیویارک، امریکہ

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

بڑی خوش بخت ہیں زینب شہِ عالم کی شہزادی
ملی سوغات آقا کی انھیں **افضل بناتی** کی
دیا حضرت خدیجہ نے انھیں ہار اپنا شادی میں
ہیں اپنی والدہ کی راحت جان و جگر ایسی
اوائل میں ہوئیں حلقہ بگوش مذہب اسلام
حدیثوں میں منقش اب بھی ہے ان کی شرف یابی
مصائب جھیل کر بھی کی انھوں نے ہجرت طیبہ
یہ ایسا وصف ہے آقا نے خود مدحت سرائی کی
ملا تہبند آقا کا کفن کے واسطے ان کو
کہیں پھر کیوں نہ ہم ہے سیدہ کی ذات لاثانی
اتارا قبر میں ان کو نبی نے دست اقدس سے
ہے ان پر کس قدر فیضانِ خالق کی ضیا باری
خواتینِ جہاں کے واسطے ہر دور میں قدسیؔ
ہے ان کا لائق تقلید ہر کردار نورانی

●●

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سراپا خدا کی ہیں رحمت ، رقیہ
نبی کی چہیتی ہیں حضرت رقیہ
رہے ان کی تیمار داری میں عثماں
مقدر کی ہیں نور و زینت ، رقیہ
ہیں عثمان بدری صحابہ میں شامل
ضیابار اس کی ہیں علّت ، رقیہ
ہے حکمِ نبی ، بہر عثمان شاہد
ہیں آقا کی چشمِ عنایت ، رقیہ
ہے مہکی ہوئی ان کی خوشبو سے تقدیر
گل گلستانِ نجابت ، رقیہ
ہیں حضرت خدیجہ کی عفت کے اثرات
ہیں پُر نور و پاکیزہ سیرت ، رقیہ
فضیلت کی حامل ہوئیں کر کے قدسیؔ
مدینہ و حبشہ کی ہجرت ، رقیہ

●●

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نبی کی ہیں نورِ نظر ، ام کلثوم
خدیجہ کی لختِ جگر ، ام کلثوم
منور رہے ان کی سیرت کے ابواب
ہیں پاکیزگی کی سحر ، ام کلثوم
خدا کی عبادت میں یکتا رہیں وہ
ہیں یوں بنت خیرالبشر ، ام کلثوم
یہ فیضان ہے کلمۂ طیّبہ کا
ہیں حق گو عجب حق نگر ، ام کلثوم
نہیں ہے مثال ان کی حزمِ ورع میں
فضیلت کا نوری ثمر ، ام کلثوم
بنایا انھیں مستجاب ایسا رب نے
سراپا ہیں نورِ اثر ، ام کلثوم
ہوا قدسیؔ صبر و شکیب ان پہ قرباں
بنیں ایسی رشکِ ظفر ، ام کلثوم

●●

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

شریعت کی زینت ہیں خاتونِ جنت
شہِ دیں کی راحت ہیں خاتونِ جنت
ندا ہوگی بنتِ نبی آ رہی ہیں
ضیاے قیامت ہیں خاتونِ جنت
شہادت یہ دیتی ہے سجدوں کی کثرت
کہ جانِ عبادت ہیں خاتونِ جنت
بتول ایسی ممتاز سب عورتوں میں
کمالِ طہارت ہیں خاتونِ جنت
ہے نسلِ نبی ان سے جاری و ساری
بناے سیادت ہیں خاتونِ جنت
کہا **"بضعة منی"** آقا نے ان کو
یوں صد رشکِ قسمت ہیں خاتونِ جنت
رہا ناز ان پر نبی و علی کو
جمالِ سعادت ہیں خاتونِ جنت
نمازیں نہ چھوٹیں کبھی زندگی بھر
یوں زہراے سیرت ہیں خاتونِ جنت
حدیثِ نبی **"لم تحض"** قدسیؔ شاہد
سزاوارِ مدحت ہیں خاتونِ جنت

●●